آثار مبارکہ وتبرکات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

مظہرِ غزالی، یادگارِ رازی، مفتی سوادِ اعظم، رئیس المحققین، امام المتکلمین، تاجدار اہلسنت

شیخ الاسلام سلطان المشائخ علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی

تلخیص و تحشیہ

محمد یحییٰ انصاری اشرفی
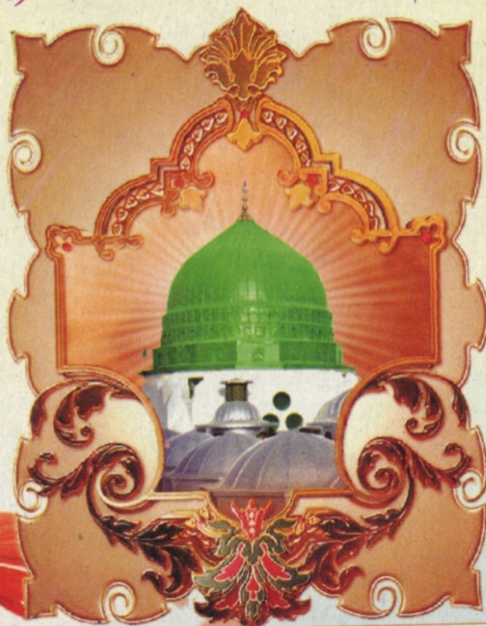
شیخ الاسلام اکیڈمی حیدرآباد (رجسٹرڈ)

(مکتبہ انوار المصطفیٰ 23-2-75/6 مغلپورہ۔ حیدرآباد۔ اے پی)

﴿ بہ نگاہ کرم مظہرِ غزالی، یادگارِ رازی، مفتی سوادِ اعظم، تاجدارِ اہلسنت، امام المتکلمین حضور شیخ الاسلام سلطان المشائخ رئیس المحققین علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی مدظلہ العالی ﴾

نام کتاب : آثارِ مبارکہ و تبرکات نبوی ﷺ

خطبہ : تاجدارِ اہلسنت حضور شیخ الاسلام علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی حفظہ اللہ

(منعقدہ مکہ مسجد (تاریخی جامع مسجد) حیدرآباد ۵/مئی ۱۹۷۹)

نوٹ: کتاب میں جہاں بھی آپ کو ستارے ﴿☆☆☆﴾ ملیں سمجھ لیں کہ وہاں مرتب کی تشریح و اضافت ہے

تلخیص و تحشیہ : ملک التحریر علامہ مولانا محمد یحییٰ انصاری اشرفی

تصحیح و نظر ثانی : خطیب ملت مولانا سید خواجہ معز الدین اشرفی

حسب فرمائش: الحاج ڈاکٹر عبدالحق کلیم قادری چشتی (صدر اے پی خواجہ غریب نواز کمیٹی)

قیمت: 20 روپے

مکتبہ انوار المصطفیٰ 23-2-75/6 مغلپورہ۔ حیدرآباد (9848576230)

کاظم سریز۔ خواجہ کا چلہ۔ مغل پورہ۔ حیدرآباد فون : 9246524187

فہرست مضامین

مکتبہ انوار المصطفیٰ 23-2-75/6 مغلپورہ۔ حیدرآباد (9848576230)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

صَلِّ عَلیٰ نَبِیِّنَا صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ ‌ ‌ صَلِّ عَلیٰ شَفِیْعِنَا صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّد

مَنَّ عَلَیْنَا رَبُّنَا اِذْ بَعَثَ مُحَمَّدًا ‌ ‌ اَیَّدَہٗ بِاَیْدِہٖ اَیَّدَنَا بِاَحْمَدًا

اللہ نے ہم پر احسان فرمایا کہ حضور علیہ ﷺ کو مبعوث فرمایا ‌ ‌ اپنی تائید سے آپ کی مدد فرمائی حضور احمد مجتبیٰ سے ہماری مدد فرمائی

اَرْسَلَہٗ مُبَشِّرًا اَرْسَلَہٗ مُمَجَّدًا ‌ ‌ صَلُّوْا عَلَیْہِ دَآئِمًا صَلُّوْا عَلَیْہِ سَرْمَدًا

اللہ نے آپ کو خوشخبری دینے والا اور باکرامت بنا کر بھیجا ‌ ‌ اے مسلمانو تم آپ پر ہمیشہ ہمیشہ درود پڑھتے رہو

صَلِّ عَلیٰ نَبِیِّنَا صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ

آیئے کام کچھ کریں آج ملائکہ کے ساتھ ‌ ‌ نام ہو اولیاء کے ساتھ، حشر ہو انبیاء کے ساتھ

شغل وہ ہو کہ شغل میں کر دے ہمیں خدا کے ساتھ ‌ ‌ پڑھئے درود جھوم کر سیّد خوش نوا کے ساتھ

صَلِّ عَلیٰ نَبِیِّنَا صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ

اے میرے مولیٰ کے پیارے ‌ ‌ نور کی آنکھوں کے تارے

اب کیسے سیّد پُکارے ‌ ‌ تم ہمارے ہم تمہارے

یا نبی سلام علیک یا رسول سلام علیک

(حضور محدث اعظم ہند علامہ سید محمد اشرفی جیلانی قدس سرہٗ)

آثارِ مبارکہ وتبرکات نبوی ﷺ

الحمد لله رب العالمین والصلوٰة والسلام علیٰ من کان نبیاً وآدم بین المآء والطین وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ اجمعین ۔ أما بعدُ فقد قال الله تعالیٰ ﴿الٓمٓ ۚ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛ فِيْهِ ۛ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ﴾ (البقرة/۱) الف لام میم۔ (یہ) وہ عظیم الشان کتاب ہے جس (کے کلام اللہ ہونے) میں کسی شک کی گنجائش نہیں ہے۔ یہ متقیوں (پرہیزگاروں) کے لئے ہدایت ہے۔

صرف اتنا ہی نہیں غم سے رہائی مل جائے وہ جو مل جائیں تو پھر ساری خدائی مل جائے
دُور رکھنا ہو تو پھر جذبہ اویسی دے دو تاکہ مجھ کو بھی کچھ کیفِ جُدائی مل جائے
اگر خموش رہوں میں تو' تو ہی سب کچھ ہے جو کچھ کہا تو تیرا حُسن ہوگیا محدود

بارگاہِ رسالت میں دُرود شریف پیش فرمائیں **اللھم صل علٰی سیدنا محمد وعلٰی آل سیدنا محمد کما تحب وترضی بان تصلی علیه**

ال م ۔ یہ بلند مرتبہ (ذی شان) کتاب۔ اس میں شک وشبہ کی گنجائش نہیں۔ متقیوں کے لئے ہدایت ہے۔

قرآن مجید اور ہدایت :

میں نے اس آیۃ کریمہ کی تلاوت سے اپنے آپ کو مشرف کیا ہے اور اس کا سیدھا سادہ ترجمہ عرض کر دیا ہے۔ اس ترجمہ کو سنتے ہی سب سے پہلے جو خیال آپ کے ذہن میں آ سکتا ہے وہ یہ کہ قرآن شریف میں ارشاد ہے کہ ﴿هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ﴾ یہ متقیوں کے لئے ہدایت۔ یہ پرہیزگاروں کیلئے ہدایت ہے۔ تقویٰ کی طرف مائل ہونے والوں کی ہدایت ہے۔ اسی لئے مفسرین نے اپنی تفسیروں میں یہ کہا ہے کہ **الراجعین الی التقویٰ** ۔ **المائلین الی التقویٰ** کہہ کر یہ تصور دینا چاہا ہے کہ

یہاں اہل تقویٰ سے مراد تقویٰ کی طرف میلان کرنے والے، رجوع کرنے والے پرہیز کرنے والے مراد ہیں۔ تو یہ قرآن متقیوں کے لئے ہدایت ہے۔ سوال اپنی جگہ پر رہا ہے کہ متقیوں کے لئے تو یہ ہدایت ہے تو گنہگاروں کے لئے کون ہدایت؟ قرآن میں تو متقین اور پرہیز گاروں کے لئے ہدایت ہے تو سوال کی اہمیت اور بڑھ جاتی ہے جب اسی قرآن کا یہ ارشاد ہماری نظروں کے سامنے آجاتا ہے ﴿ **هُدًى لِّلنَّاسِ** ﴾ سارے انسانوں کے لئے ہدایت۔ ایک جگہ مخصوص کر دینا کہ متقیوں کے لئے ہدایت ہے اور ایک جگہ اتنا عموم کہ سارے انسانوں کیلئے ہدایت ہے۔ اگر سطحی نظر سے دیکھا جائے تو بظاہر آیتیں ٹکراتی ہوئی نظر آرہی ہیں۔ فیصلہ کیجئے کہ یا تو ہدایت صرف متقیوں کے لئے یا صرف سارے انسانوں کے لئے ہدایت ہو، یا تو خاص مفہوم میں متعین کیجئے یا عام مفہوم میں اس کو لے لیجئے۔ قرآن یہ بھی ارشاد فرما رہا ہے ﴿ **هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ** ﴾ ' یہ بھی ارشاد ہو رہا ہے ﴿ **هُدًى لِّلنَّاسِ** ﴾ متقیوں کے لئے بھی ہدایت اور سارے انسانوں کے لئے بھی ہدایت۔ تو یہاں متقیوں کی تخصیص کے معنٰی کیا ہیں؟ یہیں سے ہم کو اشارہ ملتا ہے کہ ہدایت کے دو معنٰی ہیں۔ لفظ ہدایت ہی دونوں جگہ استعمال ہوا ہے ایک معنٰی ہیں ہدایت متقیوں کے لئے اور دوسرے معنٰی ہیں سارے انسانوں کے لئے ہدیت۔ اب کوئی ٹکراؤ نہیں رہا صرف اسی معنٰی کے وضاحت کی ضرورت ہے کہ آخر وہ کونسا معنٰی ہے جس معنٰی میں قرآن صرف متقیوں کے لئے ہدایت ہے اور وہ کونسا معنٰی ہے جس میں سارے انسانوں کے لئے ہدایت ہے۔

تقویٰ کے معنٰی :

﴿ ☆☆☆ اگر چہ قرآن کریم ﴿ **هُدًى لِّلنَّاسِ** ﴾ یعنی سارے انسانوں کے لئے پیغام ہدایت ہے لیکن اس کی ہدایت سے فائدہ کیونکہ پرہیز گار ہی اُٹھاتے ہیں اس

لئے یہاں اس لحاظ سے تخصیص کر دی اور ایسا استعمال ہر زبان میں عام ہے۔
تقویٰ کا لغت میں تو یہ معنٰی ہے **جعل النفس فی وقایة مما یخاف** یعنی نفس کو ہر ایسی چیز سے محفوظ کرنا جس سے ضرر کا اندیشہ ہو۔ عرف شرع میں تقویٰ کہتے ہیں ہر گناہ سے اپنے آپ کو بچانا۔ اس کے درجے مختلف ہیں۔ ہر شخص نے اپنے درجہ کے مطابق اس کی تعبیر فرمائی ہے۔ میرے نزدیک سب سے مؤثر اور آسان تعبیر یہ ہے **التقویٰ ان لایراك الله حیث نهاك ولا یفقدك حیث امرك** یعنی تیرا رب تجھے وہاں نہ رکھے جہاں جانے سے اُس نے تجھے روکا ہے اور اُس مقام سے تجھے غیر حاضر نہ پائے جہاں حاضر ہونے کا اُس نے تجھے حکم دیا ہے۔

قرآن مجید کی صراط مستقیم پر دلالت ہے اور متقین کو قرآن مجید کے احکام پر عمل کی توفیق بھی نصیب ہوتی ہے۔ وہ قرآن مجید کے انوار سے مستنیر اور مستفید ہوتے ہیں اور قرآن مجید میں تدبر اور تفکر کرنے سے اُن کے دماغ کی گرہیں کھلتی چلی جاتی ہیں اور غیر متقین کے لئے بھی قرآن کریم ہدایت ہے۔ نیکی اور دُنیا کی خیر کی طرف رہنمائی ہے اگرچہ وہ اس کی ہدایت کو قبول نہیں کرتے اور اس کے احکام پر عمل کر کے اپنی دُنیا اور آخرت کو روشن نہیں کرتے' اور جن کفار و مشرکین نے قرآن مجید کی ہدایت کو قبول نہیں کیا' اس سے قرآن کریم کے ہدایت ہونے میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اگر اندھا آفتاب کو نہ دیکھے تو اس سے آفتاب کے روشن ہونے میں کیا فرق پڑتا ہے اور صفراوی مزاج والا اگر شہد کی شیرینی محسوس نہ کرے تو اس سے شہد کی مٹھاس میں کیا کمی ہوتی ہے؟

قرآن مجید میں جہاں فرمایا ہے کہ یہ تمام انسانوں کے لئے ہدایت ہے اس سے مراد یہ ہے کہ فی نفسہ قرآن مجید کی ہدایت تمام انسانوں کے لئے ہے اور یہاں جو فرمایا ہے کہ یہ متقین کے لئے ہدایت ہے اس سے مراد یہ ہے کہ نتیجةً اور مآل کار

یہ متقین ہی کے لئے ہدایت ہے کیونکہ اس ہدایت سے وہی فیضیاب ہوتے ہیں۔
دوسرا جواب یہ ہے کہ ان دونوں آیتوں میں تعارض نہیں ہے کیونکہ حقیقت میں انسان وہی ہیں جو متقی ہیں۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ ہر چند کہ قرآن تمام انسانوں کے لئے ہدایت ہے لیکن چونکہ متقی انسانوں کے اعلیٰ افراد ہیں اس لئے اُن ہی کا تشریفاً اور تکریماً ذکر کیا گیا ہے۔ ☆☆☆

قرآنی ہدایت اور تقویٰ و پرہیزگاری :

ویسے سمجھانے کے لئے ایک بات یہ بھی کہی جاسکتی تھی کہ قرآن سارے انسانوں کی ہدایت کے لئے ضرور ہے مگر اس ہدایت سے فائدہ اٹھانے والے متقی ہیں مثال کے طور پر ☆☆☆ حضور ﷺ رحیم تو سارے عالم پر ہیں یعنی رحمت عامہ سارے عالم کے لئے ہے ﴿وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ﴾ مگر رحمت خاصہ یعنی رؤف و رحیم صرف مسلمانوں پر ہیں۔ سورج روشنی دینے والا ساری دُنیا کو ہے مگر روشنی اور پھل دونوں صرف باغوں کو دیتا ہے۔ بارش ساری زمین کو تری دیتی ہے مگر تری و سبزی دونوں نفیس زمین کو دیتی ہے یا موتی صرف سمندر کی سیپ کو۔

﴿لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ﴾ (ال عمران/۱۶۴) یقیناً بڑا احسان فرمایا اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر جب اس نے بھیجا اُن میں ایک رسول انھیں میں سے' پڑھتا ہے اُن پر اللہ تعالیٰ کی آیتیں اور پاک کرتا ہے اُنھیں اور سکھاتا ہے اُنھیں قرآن اور سُنت (کتاب وحکمت) اگر چہ وہ اس سے پہلے یقیناً کُھلی گمراہی میں تھے۔

حضور انور ﷺ کی تشریف آوری سارے جہانوں پر ہی نعمت اور احسان ہے' مگر چونکہ اس سے پُورا اور دائمی فائدہ مسلمانوں نے ہی اُٹھایا' اس لئے خصوصیت

سے یہاں انہی کا ذکر ہوا' دیکھو حضور انور ﷺ کی برکت سے دُنیا میں عذاب الٰہی آنا بند ہوئے بلکہ مخلوق کو بارشیں اور روزیاں ملنا حضور انور ﷺ ہی کے طفیل ہے' جن سے کفار اور جانور بھی فائدہ اُٹھارہے ہیں مگر یہ فائدے موت کے بعد ختم ہوجائیں گے۔ مسلمانوں نے ان نعمتوں کے ساتھ ساتھ حضور انور ﷺ سے ایمان وعرفان بھی لیا' جو نعمت لازوال ہے' اس لئے ﴿عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ فرمایا گیا۔

☆☆☆﴾

﴿لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا﴾ اللہ نے احسان کیا مومنین پر کہ اُن میں رسول کو مبعوث فرمایا' حالانکہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم صرف مومنین ہی پر مبعوث نہیں ہوئے ﴿وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ﴾ سارے عالم کے لئے ہم نے رحمت بنا کر بھیجا **انی رسول الله الیکم جمیعا** میں سب کا رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ پھر مومنین پر احسان کیوں؟ آپ ہی تو کہیں گے میرے رسول سب کے لئے رحمت ہیں' سب کے نبی ہیں مگر اس رسول سے کما حقہ فائدہ اُٹھانے والے' اس رسول کے پیغام سے سچا فائدہ اُٹھانے والے مومنین ہی ہیں تو اُن پر سب سے بڑا احسان ہے یعنی دریا سب ہی کے لئے ہے مگر کوئی پانی ہی نہ پیئے تو اُس کی پیاس کیسے بجھ سکتی ہے؟ سورج سب ہی کے لئے ہے مگر کوئی اُس کی روشنی میں نہ آئے تو اُس کو فائدہ کیسے پہونچ سکتا ہے؟ چاند سب کے لئے ہے مگر چاندنی میں اُترنے کے لئے آپ تیار نہ ہوں تو ٹھنڈک کیسے مل سکتی ہے؟ تو میرے رسول (ﷺ) سب ہی کے لئے ہیں مگر ماننے کے لئے تیار نہ ہو تو فائدہ کیسے ہوسکتا؟

اللھم صل علیٰ سیدنا محمد وعلیٰ آل سیدنا محمد کما تحب وترضی بان تصلی علیه

ہدایت کے دو معنٰی : ہدایت کے دو معنٰی ہیں ایک معنٰی میں قرآن صرف متقیوں کے لئے ہدایت ہے اور ایک معنٰی میں قرآن سارے انسانوں کیلئے ہدایت ہے ایک معنٰی ہیں '**ایصال الی المطلوب**' ایک معنٰی ہیں '**اراۃ الطریق**'

- ہدایت کے معنٰی ہیں ایک منزل تک پہونچا دینا۔
- ایک ہدایت کے معنٰی ہیں راستہ دکھلا دینا۔

راستہ دِکھانا بھی ہدایت اور منزل تک پہونچانا بھی ہدایت...... مگر راستہ دکھلانے والی ہدایت کا یہ حال ہوتا ہے میں نے صرف بتلا دیا کہ فلاں راستہ فلاں جگہ جا رہا ہے تو کیا آپ اُس راستہ تک (بغیر بھٹکے' بغیر پریشانی کے) پہنچ جائیں گے؟ راستہ دِکھلانے والی ہدایت ایسی نہیں ہوتی کہ آپ منزل تک یقین سے پہونچ جائیں۔ ایک ہے منزل پر پہونچانے والی ہدایت اور ایک ہے راستہ دکھلانے والی ہدایت۔ قرآن سارے انسانوں کے لئے ہدایت ہے۔ قرآن جب راستہ دکھلانے پر آتا ہے تو ابو جہل' ابولہب' عقبہ بن ابی معبد' ولید ابن مغیرہ سارے کفار و مشرکین' سارے منافقین' ساری کائنات کے فرد و بشر کو قرآن راستہ دکھلاتا ہے۔ راستہ دکھلانے میں وہ کوئی تکلیف نہیں کرتا۔ قرآن بتلا رہا ہے اور ہمیشہ راستہ دکھلاتا ہے۔ آج بھی راستہ دِکھلا رہا ہے اور قیامت تک راستہ دِکھلاتا رہے گا مگر جب منزل تک پہونچانے کی بات آتی ہے تو صدیق اکبر کو پہونچاتا ہے' فاروق آعظم کو پہونچاتا ہے' عثمان غنی کو پہونچاتا ہے' علی مرتضٰی کو پہونچاتا ہے' سلمان فارسی کو پہونچاتا ہے' غوث صمدانی کو پہونچاتا ہے' خواجہ اجمیری کو پہونچاتا ہے' محبوب الٰہی کو پہونچاتا ہے' مخدوم اشرف سمنانی کو پہونچاتا ہے۔ جب منزل تک پہونچانے کی بات آتی ہے تو میرے رسول کے غلاموں کو پہونچاتا ہے۔ **اللھم صل علٰی سیدنا محمد وعلٰی آل سیدنا محمد کما تحب وترضی بان تصلی علیه**

جب راستہ دِکھلانے کی بات آتی ہے تو سبھی کو دِکھلاتا ہے۔ دونوں ہدایتوں میں بڑا فرق ہے۔ منزل تک پہونچانے والی ہدایت میں ہی یقیناً منزل تک پہونچ جاتا ہے' راستہ دِکھلانے والی ہدایت میں بڑی گڑبڑ ہے۔ آپ راستہ صحیح صحیح بتلادے مگر

ضروری نہیں کہ وہ راستے ہی پر پہونچے...... جب راستہ ہی پر پہونچنا ضروری نہیں تو منزل پر پہونچنا کیسے ضروری ہے۔ میں سمجھاؤں کہ فرض کرو کہ میں بلہاری سے آرہا ہوں وہاں ایک صاحب ملے' وہ کبھی کچھوچھا شریف گئے نہیں تھے لیکن اُن کو بڑا شوق تھا کہ وہاں جائیں۔ انہوں نے سونچا کہ یہ کچھوچھا والا ہے اسی سے پوچھ لیا جائے۔ کہنے لگے کہ میں کچھوچھا شریف جانا چاہتا ہوں مجھے ہدایت کیجئے۔ میں نے کہا کہ بہت سیدھا راستہ ہے تمہارا یہ اسٹیشن گنتیکل قریب پڑتا ہے یہاں بیٹھ جانا' تم سیدھے بمبئی پہونچ جائیں گے پھر وہاں بیٹھ جاؤ' اسی طرح آسانی سے کچھوچھا پہونچ جائیں گے۔ ہم نے ٹرین کا نام' نمبر' اُس کا کرایہ اور کتنے میل کا سفر ہوگا یہ سب بتلا دیا اور لکھا دیا۔ ٹرین میں بیٹھتے وقت یہ بھی کہا کہ ایک بات کا خیال رکھنا کہ اس ڈبے کو انجن لگا ہوا ہے یا نہیں۔ ایسے ڈبے میں نہیں بیٹھنا کہ جس کے آگے انجن ہو نہ پیچھے انجن ہو۔ یہ بھی سمجھا دیا کہ ٹرین کو ڈبے تو بہت ہوتے ہیں بعض دور تک ساتھ چلتے ہیں پھر کٹ جاتے ہیں۔ واڑی میں کچھ ڈبے کٹ جائیں گے کچھ پونہ میں کٹ جائیں گے۔ کٹنے والوں میں نہ بیٹھنا' منزل تک جانے والوں میں رہنا۔ کچھ دور تک تو ایسے چلیں گے جو سفر اُن کا وہ سفر آپ کا ہوگا۔ جو راستہ اُن کا یہی راستہ میرا ہے۔ کچھ دور تک تو معاملہ ٹھیک رہے گا پھر کٹ کر دوسری لائن اختیار کریں گے اُس میں نہ بیٹھنا ورنہ منزل تک نہ پہونچو گے۔ ہم نے اُن کو خوب اچھی طرح سمجھا دیا اور کہا کہ یہ بھی دیکھو اور احتیاط کرنا کہ وہاں ایسے بھی انجن نظر آتے ہیں کبھی ادھر جاتے ہیں کبھی ادھر جاتے ہیں شنٹنگ ہوتی رہتی ہے اُس پر بھی نہیں بیٹھنا' نہیں تو تم گھوم کر وہیں رہ جاؤ گے **اللهم صل علىٰ سيدنا محمد وعلىٰ آل سيدنا محمد كما تحب وترضى بان تصلى عليه**

بتلایئے کہ میں جو سمجھا رہا ہوں اس سے ہدایت ہو رہی ہے یا نہیں؟

وضاحت سے سمجھا چکا ہوں تا کہ اُس کو دھوکہ اور پریشانی نہ ہو۔

وہ اسٹیشن گنتیگل گیا' بمبئی کا ٹکٹ لے کر جیب میں رکھا اور دیکھا کہ ریل کھڑی ہے اور لانبی ہے اور ایسا معلوم ہورہا ہے کہ یہ یہیں شنٹنگ کرتے رہنے والی نہیں ہے اور یہ خیال نہیں کہ انجن اِدھر لگا ہوا ہے کہ اُدھر لگا ہوا ہے بس جا کر چپکے سے بیٹھ گیا' چونکہ ٹکٹ ہے اس لئے بڑا اطمینان ہے' کوئی گھبراہٹ نہیں' کوئی پریشانی نہیں ہے۔ ٹرین جارہی ہے مدراس کی طرف۔ اُن کو جانا ہے بمبئی کی طرف۔ بڑے اطمینان سے سفر ہورہا ہے۔ گاڑی چل پڑی مگر اپنی غلطی کا احساس نہیں ہورہا ہے۔ وہ یہ سمجھ رہا ہے کہ جب ہمارے پاس ٹکٹ بمبئی کا ہے تو مدراس کیسے جاسکتے ہیں۔ نادان یہ بھی نہیں جانتا ہے کہ ٹکٹ تو بمبئی کا ہے مگر گاڑی مدراس کی ہے۔ بیٹھنے والے ہوشیاری سے بیٹھنا' ہوسکتا ہے کہ ٹکٹ تو جنّت کا ہو اور گاڑی جہنم کی طرف لے جارہی ہو۔

اللھم صل علیٰ سیدنا محمد وعلیٰ آل سیدنا محمد کما تحب وترضی بان تصلی علیہ

ٹرین چلی اور یہ بڑا مطمئن رہا' جیسے سارے مسافر مطمئن ہیں یہ بھی ویسا ہی مطمئن ہے۔ بے چینی ہے نہ اضطراب ہے' نہ پریشانی۔ ٹرین جیسا تیز رفتاری سے جارہی ہے یہ سمجھ رہا ہے کہ میں اپنی منزل کے قریب ہورہا ہوں اور حقیقت یہ ہے کہ منزل سے دُور ہوتے جارہا ہے...... گورنمنٹ کا بڑا اچھا انتظام ہے۔ درمیان میں چیکر یعنی (ٹی ٹی) صاحبان بھی پہونچ جاتے ہیں۔ ٹکٹ کو چک کرنے کے لئے حکومت سے تنخواہ لیتے ہیں اُن کا کام ہی یہی ہے کہ مسافرین کی مدد کرے۔ ایک ٹی ٹی آیا اور ٹکٹ طلب کیا۔ سب ہی نے دکھلانا شروع کیا اور یہ بھی اطمینان سے نکال کر پیش کررہے ہیں اور کہا لیجئے میں بے ٹکٹ کے نہیں ہوں۔ جب ٹی ٹی نے دیکھا اور اُن کے چہرہ کو دیکھا۔ معلوم کیا کہ یہ پہلی بار سفر کررہا ہے۔ ایک بات میں آپ کو

بتلاؤں کہ یہ ٹی ٹی صاحب جو آئے تھے وہ ایک خاص وردی میں آئے تھے ایک خاص تمغہ لگا کر آئے تھے اور ہم سمجھ گئے تھے کہ یہ گورنمنٹ کے آدمی تھے اگر ٹی ٹی کے علاوہ کوئی دوسرا آ کر ٹکٹ مانگتا تو ہم اپنی ٹکٹ نہیں دکھا سکتے تھے۔ معلوم ہوا کہ ٹکٹ کا دیکھنا' ٹکٹ کا چیک کرنا بڑے کمال کی بات نہیں مگر اس کے لئے بھی گورنمنٹ کی اجازت چاہیے۔ اُس کے لئے بھی تمغہ چاہیے۔ اُس کے لئے بھی وہاں وردی چاہیے۔ معلوم ہوا کہ ہر کام کے لئے وردی کی ضرورت ہے تمغہ کی ضرورت ہے۔ اچھی طرح سمجھ لو کہ ٹکٹ کیا ہے اُس کے چیک کرنے کی حقیقت کیا ہے۔

منصب تو وہ منصب ہے جس میں نیابت رسول ﷺ کی بات ہو۔ کتنے تعجب کی بات ہے اگر منصبِ رسول کے اُوپر' اگر مسندِ رسالت کے اُوپر اگر تم مسندِ ارشاد وہدایت کے اُوپر کسی ایسے انسان کو بٹھا دو جس کے پاس بارگاہ رسالت کا کوئی تمغہ نہ ہو اُدھر کی کوئی وردی نہ ہو اُدھر کی کوئی اجازت نہ ہو تو ہم سمجھیں گے کہ آپ نے اس مسند کا لحاظ نہ کیا۔

بہر حال وہ گورنمنٹ کے آدمی ہیں وہ کہتے ہیں کہ میری بات مانو کہ غلطی آدمی سے ہو ہی جاتی ہے جلدی میں چڑھ گئے ہوں گے یا کسی نے دھوکہ دیکر بٹھا دیا ہوگا اگلے اسٹیشن پر اُتر جانا اور واپسی کی ٹرین سے چلے آنا' تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ غور سے دیکھ رہا ہے کہ اُس کی بات مانے کہ نہ مانے۔ گورنمنٹ کا آدمی منوانا چاہتا ہے مگر یہ سوچ رہا ہے کہ اُس کی مانے یا نہ مانے۔ اب صرف ٹی ٹی ہی نہیں بلکہ مسافرین بھی کہنے لگے کہ اُتر جاؤ' اُتر جاؤ۔ وہ پریشان ہوا کہ اب میرا کوئی بھی نہیں ہے میں بھی ٹکٹ والا ہوں میرا کیوں کوئی ساتھی نہیں ہے۔ آخر اُس نے سوچا کہ چلو جان بچانے کے لئے اُتر ہی جاؤ۔ دوسرے ڈبے میں بیٹھ گیا۔ اُس کو معلوم نہ تھا کہ ڈبہ بدلنے سے کچھ نہیں ہوتا' اگر بدلنا تھا تو ٹرین بدلنا تھا۔ اگر

بدلنا تھا تو انجن کا رُخ بدلو۔ اگر بدلنا ہے تو سفر کا رُخ بدل دو۔ ڈبہ بدلنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ اِدھر سے نکلے اُدھر چلے' اُدھر سے نکلے اِدھر چلے اس سے کچھ نہ ہوگا۔ بدلنا ہے تو انجن کا رُخ بدلو **اللھم صل علیٰ سیدنا محمد وعلیٰ آل سیدنا محمد کما تحب وترضی بان تصلی علیه**

بہر حال وہ صاحب بیٹھ گئے چلے جا رہے ہیں بڑے اطمینان سے سفر کر رہے ہیں۔ مت سمجھو کہ اُن کو اپنی غلطی کا احساس نہ ہوگا۔ ضرور ہوگا۔ جب یہ ٹرین مدراس پہونچ جائے گی اور اُس کی مسافت ختم ہو جائے گی اور اب یہاں ہر ایک کو اُترنا ہی پڑے گا' چاہے خوشی سے اُتر جاؤ' چاہے نہ خوشی سے اُترو۔ ٹرین کا سفر ختم ہو چکا۔ اب ٹرین آگے جانے والی نہیں ہے۔ اب جو مدراس اُتر رہے ہیں اُن کو کوئی پتہ بتلانے والا نہیں ہے۔ کوئی سمجھانے والا نہیں مل رہا ہے کہ ہم کدھر چلے آئے۔ معلوم ہوا کہ اُن کو جب غلطی کا احساس اُس وقت ہوا جب ٹرین کا سفر بالکل ختم ہو چکا۔ آج آپ کو اپنی غلطی کا احساس ہو یا نہ ہو۔ زندگی کی گاڑی چل رہی ہے' حیات کی ٹرین چل رہی ہے۔ یقیناً غلطی کا احساس اُس وقت ہوگا جب رشتۂ حیات کاٹ دیا جائے گا۔ جب زندگی کی ٹرین ٹھہر جائے گی۔ حیات کی مسافت ختم ہو جائے گی۔ پھر اُسوقت خیال آئے گا کہ ٹکٹ کدھر کا تھا اور ہم کدھر آ گئے۔

اللھم صل علیٰ سیدنا محمد وعلیٰ آل سیدنا محمد کما تحب وترضی بان تصلی علیه

ٹرین کی رفتار : ٹرین کے پیچھے کئی ایک ڈبے ہوتے ہیں اور سب چلتے ہیں۔ صرف ایک ڈبہ انجن کو پکڑتا ہے اس پکڑنے والے کو دوسرا پکڑ لیتا ہے دوسرے پکڑنے والے کو تیسرا پکڑ لیتا ہے تیسرے کو چوتھا۔ ایسا نہیں ہوتا کہ ڈبہ انجن سے آگے ہو' سب پیچھے ہی رہتے ہیں اور ہم جانتے ہیں کہ کئی کلاس کے ڈبے ہوتے ہیں۔

ایرکنڈیشن، فرسٹ کلاس، سکنڈ کلاس، تھرڈ کلاس ہے۔ ہم جیسے تھرڈ کلاس بھی تو لگے ہوئے ہیں اور احسان دیکھو انجن کا کہ جب کھینچنے پر آتا ہے وہ یہ نہیں دیکھا کہ پیچھے کونسا ڈبہ لگا ہوا ہے اچھا ہے کہ بُرا' فرسٹ ہے کہ سکنڈ' تھرڈ ہے کہ ایرکنڈیشن۔ وہ یہ سب نہیں دیکھتا۔ وہ یہ دیکھتا ہے کہ یہ سب مضبوطی کیساتھ تھامے ہوئے ہیں کہ نہیں

اللھم صل علٰی سیدنا محمد وعلٰی آل سیدنا محمد کما تحب وترضی بان تصلی علیه

ہم نے کبھی یہ نہیں سُنا کہ انجن (۳۰) تیس میل کی رفتار سے چلے اور ڈبہ (۲۰) بیس میل کی رفتار سے چلے' ایسا نہیں ہوتا۔ انجن جس رفتار سے خود چلتا ہے پیچھے والے ڈبے کو بھی اسی رفتار سے چلاتا ہے **اللھم صل علٰی سیدنا محمد وعلٰی آل سیدنا محمد کما تحب وترضی بان تصلی علیه**

ہدایت میں قصور نہیں : میری ہدایت کے بتلانے میں کوئی قصور نہیں تھا۔ میں نے تو راستہ اچھی طرح دکھلایا مگر وہ صاحب رہ گئے۔ جانا تھا کدھر اور گئے کدھر۔ فرض کرلو کہ یہاں دھوکہ نہیں مگر بمبئی کے اندر دھوکہ ہوسکتا ہے کہ لکھنو والی ٹرین کے بجائے دہلی والی ٹرین میں بیٹھ جائے۔ لکھنو میں بھی دھوکہ ہوسکتا ہے جو ٹرین اکبر پور جانے والی ہے بجائے اس کے کانپور والی ٹرین میں بیٹھ جائیں۔ کہنے کا یہ مطلب ہے کہ راستہ دکھلانے والی ہدایت ایسی ہے کہ جگہ جگہ یا تو اپنا نفس دھوکہ دے سکتا ہے وہ عجیب ہدایت ہے منزل تک پہونچنا اُس کے لئے لازم وضروری نہیں ہے۔

یہ ہے راستہ دکھلانے والی ہدایت...... اور...... ہدایت کا دوسرا طریقہ یہ تھا کہ جب وہ صاحب نے مجھ سے یہ کہا تھا کہ میں کچھو چھا شریف جانا چاہتا ہوں' ہدایت کردیجئے۔ تو میں اُن سے یہ کہتا کہ میں جارہا ہوں میرے ساتھ ہوجاؤ۔ بس ختم قصہ ہوگیا۔ نہ ٹرین کا سوال' نہ نمبر کا سوال' نہ یہاں اُترنا' نہ وہاں اُترنا۔ جہاں میں سوار

ہو جاؤں تم سوار ہو جاؤ۔ جہاں میں اُتر جاؤں' وہاں تم اُتر جاؤ۔ مطلب یہ ہے کہ تمہاری نظر میرے اُوپر ہونی چاہیے کہ میں کہاں چڑھ رہا ہوں' میں کہاں اُتر رہا ہوں تم مجھے دیکھتے چلے جاؤ۔ بڑا سیدھا سا نسخہ بتلا دیا' بھٹکنے اور دھوکہ سے محفوظ ہو گئے۔ وہ میرے ساتھ پیچھے پیچھے چلے' میں ایک ٹرین پر سوار ہوا۔ اب فرض کرو' کسی نے انہیں دھوکہ سے کہا' کدھر جارہے ہو' یہ ٹرین بمبئی نہیں جائے گی۔تو وہ اُن کو جواب نہیں دے گا مجھے دیکھ رہا ہے اور کہہ رہا ہے کہ میں نہیں جارہا ہوں یہ لے جارہے ہیں اب میں کہنے لگا کہ کیوں دھوکہ دے رہے ہو' میرا دیکھا ہوا راستہ ہے' میرے وطن کا راستہ ہے' میں لیجا رہا ہوں۔ معلوم یہ ہوا کہ جب ہدایت کرنے والا ساتھ رہتا ہے تو بازو تھام تھام کر ہدایت کرتا ہے۔ دامن پکڑ پکڑ کر ہدایت کرتا ہے۔ سارا مقابلہ مجھ کو کرنا پڑتا ہے اُس کو کرنا نہیں پڑتا۔ **اللھم صل علیٰ سیدنا محمد وعلیٰ آل سیدنا محمد کما تحب وترضی بان تصلی علیه**

اب ہدایت کرنے والا ساتھ ساتھ ہے ہر منزل پر بڑی آسانی کے ساتھ بڑے اطمینان کے ساتھ وہ کچھوچھا شریف پہونچ گئے۔

منزل تک پہونچانا اور ہے اور راستہ دکھلانا اور ہے۔ منزل تک پہونچانے کے لئے ضروری ہے کہ ہادی ساتھ ساتھ ہو۔ قرآن کریم کی بھی یہی شان ہے اور رسول کریم ﷺ کی بھی شان یہی ہے رسول کریم ﷺ ﴿ھُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ﴾ بھی ہے اور رسول کریم ﷺ ﴿ھُدًی لِّلنَّاسِ﴾ بھی ہے۔

سب متقیوں کی بھی ہدایت فرما رہے ہیں اور سارے انسانوں کو بھی ہدایت فرما رہے ہیں۔ میرے رسول ﷺ جب ﴿ھُدًی لِّلنَّاسِ﴾ کی منزل پر ہوتے ہیں تو سارے انسانوں کو آواز دیتے ہیں اور ساری انسانیت کو پکارتے ہیں ماضی و مستقبل کی طرف متوجہ کرتے ہیں۔ جب میرے رسول ﴿ھُدًی لِّلنَّاسِ﴾ کی منزل

پر آتے ہیں انی رسول الله الیکم جمیعا فرماتے ہیں اور بعثت الی الخلق کافة فرماتے ہیں اور ﴿وما ارسلناك الا رحمة للعالمین﴾ کے ارشاد کو سُناتے ہیں اور جب میرے رسول ﴿هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ﴾ کی منزل میں آتے ہیں تو پھر منزل تک پہونچانے کے لئے کس کو پہونچاتے ہیں ﴿اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ﴾ نبی کریم ﷺ مومنوں کی جانوں سے بھی زیادہ اُن کے قریب ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ جب ہادی ہمارے ساتھ ہے وہ ہم کو بھٹکنے نہیں دیں گے۔ وہ ہمیں ڈگمگانے نہیں دیں گے ہم ڈگمگائے تو وہ بچالیں گے۔ ہم پھریں گے تو وہ راستہ دکھلا دیا کریں گے۔ ہادی ہمارے قریب قریب ہے وہ ہمیں منزل تک پہونچائیں گے جس طرح بھی چاہے پہونچائے۔ اگر ہم ڈگمگائے تو بھی وہ بچالیا کریں گے۔ ہمارے ہادی قریب ہے۔ ہاں خطرہ اُن کو ہے اور ہونا بھی چاہیے جو کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ ہم سے دُور ہیں

اللهم صل علٰى سيدنا محمد وعلٰى آل سيدنا محمد كما تحب وترضى بان تصلى عليه

یہ قرآن ﴿هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ﴾ بھی ہے اور یہ قرآن ﴿هُدًى لِّلنَّاسِ﴾ بھی ہے راستہ دِکھانے کی جب بات آتی ہے تو یہ ساری انسانیت کو راستہ دکھاتا ہے اور جب منزل تک پہونچانے کی جب بات آتی ہے تو یہ صرف متقیوں کو منزل تک پہونچاتا ہے تقویٰ و پرہیزگاری کی طرف مائل ہونے والوں کو منزل تک پہونچاتا ہے۔

بدن کا تقویٰ اور دِلوں کا تقویٰ : اب متقیوں کو سمجھنا ضروری ہے جن کو قرآن منزل تک پہونچاتا ہے۔ ﴿هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ﴾ متقی اور تقویٰ کا لفظ بہت عام ہے لوگ خوب بولتے رہتے ہیں فلاں بڑا متقی ہے فلاں بڑا پرہیزگار ہے مگر جتنا اس لفظ کو لوگ زیادہ استعمال کرتے ہیں اتنا ہی کم سمجھا جاتا ہے جس کو دیکھو متقی بنا دیا' جس کو دیکھو پرہیزگار بنا دیا۔ اب ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ متقی کون؟ اگر متقی سمجھ میں آجائے کہ یہ لوگ متقی ہیں تو بات سمجھ میں آجائے گی کہ قرآن منزل تک کس کو پہونچاتا ہے۔

تقویٰ کی دو قسمیں ہیں ایک ہے <u>بدن کا تقویٰ</u> ایک ہے <u>دِل کا تقویٰ</u>

آپ نے نماز پڑھی' یہ بدن کا تقویٰ۔ آپ نے روزہ رکھا' یہ بدن کا تقویٰ۔ آپ نے اعمالِ خیر انجام دیئے' بدن کا تقویٰ۔ حج کیا' بدن کا تقویٰ۔ ریاضتیں کیں' بدن کا تقویٰ ہے۔ بدن کے تقویٰ کی بھی تفصیل قرآن شریف میں بہت آئی ہے اور ایک ہے دل کا تقویٰ۔ دِل کے تقویٰ کی اہمیت اتنی ہے کہ دل متقی نہیں ہے تو بدن کا تقویٰ بھی تقویٰ نہیں ہے۔ صورتِ تقویٰ ہے حقیقتِ تقویٰ نہیں ہے۔ اگر دِل متقی نہیں ہے تو بدن والا تقویٰ اداکاری ہے دِکھاوا ہے رِیا ہے سمعہ ہے اور کچھ نہیں ہے۔ دِل کے تقویٰ کو بہت اہمیت ہوگئی۔

دِل کا تقویٰ کیا ہے؟ قرآن کا یہ ارشاد اپنی نگاہوں کے سامنے رکھو :

﴿وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ﴾ (الحج/۳۲)

جو اللہ تعالیٰ کی نشانیوں (آثار مبارکہ) کی تعظیم کرے وہ دِلوں کا تقویٰ ہے۔

جو اللہ کے شعائر کی تعظیم کرے یہی دل کا تقویٰ ہے۔ یہ اللہ کے شعائر کیا ہیں شعائر یہ لفظ بھاری لفظ ہے اللہ کے دِین کی نشانی ہے یہ سیدھا سا ترجمہ ہے جو خدا کی نشانیوں کی تعظیم کرے یہی دِل کا تقویٰ ہے۔ اب قرآن ہی سے پوچھا جائے کہ یہ بھی واضح کردے کہ یہ اللہ کے دِین کی نشانی کون ہے۔ اللہ کے شعائر کیا ہیں سمجھانے کا کوئی اصول ہمیں ملنا چاہیے کہ یہ شعائر اللہ کیا ہیں فرماتا ہے:

﴿اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ﴾ (البقرہ/۱۵۸)

بیشک صفا و مروہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں (دین کی یادگاروں) میں سے ہیں۔

واضح اور تفصیل آپ کے سامنے رکھوں گا یہ صفا مروہ یہ اللہ کے دین کی نشانیاں ہیں یہ شعائر اللہ سے ہیں اور جب صفا و مروہ شعائر اللہ سے ہیں تو صفا کی تعظیم بھی دِل کا تقویٰ اور مروہ کی تعظیم بھی دِل کا تقویٰ ہے۔

﴿☆☆☆ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان کہ یہ پہاڑ بھی میرے شعائر ہیں' گویا جو شخص صفا اور مروہ پہاڑیوں کی تعظیم کرے وہ بھی اللہ تعالیٰ کی توحید کا حق ادا کررہا ہے۔ غور طلب بات یہ

ہے کہ تعظیم پہاڑوں کی ہو رہی ہے اور عبادت اللہ تعالیٰ کی ہو رہی ہے۔ ان دو پہاڑوں صفا اور مروہ کی تعظیم اللہ تعالیٰ کی عبادت قرار پائی۔ کیا دُنیا کے اور پہاڑ بھی ایسے ہیں جو شعائر اللہ میں داخل ہوں؟ اگر نہیں تو یہ دو پہاڑ صفا مروہ کس وجہ سے شعائر اللہ بنے؟ اس لئے کہ انہیں اللہ کی صالح بندی سیدہ ہاجرہ علیہا السلام اور صالح بندے سیدنا اسماعیل علیہ السلام کی نسبت حاصل ہے

نسبت اور نسب نبوی ﷺ : نسبت بہت ہی اعلیٰ چیز ہے ہر چیز کی قدر و قیمت کا تعین اُس کی نسبت سے کیا جاتا ہے۔ اعلیٰ نسبتوں کی چیزیں اعلیٰ قدر و قیمت کی ہوتی ہیں اور ادنیٰ نسبت کی چیزیں ادنیٰ قدر و قیمت کی ہوتی ہیں۔

حضور نبی مکرم ﷺ کی ازواج مطہرات، صاحبزادیاں، حسنین کریمین اور سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہم (اہل بیت اطہار) کو حضور ﷺ سے عظیم نسبت حاصل ہے۔ یہ وہ سلسلہ نسب ہے جو تمام نسبتوں سے اس لئے افضل و برتر ہے کہ اس کا مرکز و محور وہ ہستی عظیم ہے جو رب العزت کی مخلوق میں اپنا ثانی نہیں رکھتی۔ یہ دُنیائے اسلام کا مسلمہ اصول ہے کہ جس چیز کی نسبت اللہ تعالیٰ کے محبوب ﷺ سے ہو جائے وہ اپنی نوع میں دوسروں سے افضل و اعلیٰ اور ممتاز ہو جاتی ہے۔

مُلک عرب (سرزمین حجاز) تمام ممالک سے اس لئے ممتاز ہے کہ وہ محمد عربی ﷺ کا وطن ہے مکہ معظمہ شہر کو ام القریٰ کا درجہ حاصل ہونے میں یہی ایک نسبت کارفرما ہے کہ اس میں بیت اللہ شریف ہے اور دوسری عظمت کہ اس میں سید عالم ﷺ کی ولادت ہوئی۔ قریش اور بنو ہاشم کی ممتاز حیثیتیں حضور ﷺ کی نسبت سے قائم ہیں۔ قصوا اونٹنی کا اپنی جنس سے افضل ہونا اور بعد از مرگ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اُسے احترام سے گڑھا کھود کر دفن کرنے کی وجہ بھی یہی تھی کہ اُس پر نبی الانبیاء نے سواری فرمائی۔ یعفور اپنے تمام ہم جنس گدھوں سے اسی سبب سے برتر مانا گیا کہ سید عالم ﷺ نے اُسے سواری کے لئے منتخب فرمایا۔ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ جو ایک حبشی غلام تھے اُن کا نام سُن کر پُر شکوہ تاجداروں کے سرنگوں ہونا باطنی وقار و احترام کی روشن دلیل ہے اور یہ تمام حشمت و شوکت حضور ﷺ کے ساتھ والہانہ عشق و محبت اور غلامی کی نسبت سے ہے اصحاب رسول ﷺ کا بعد از انبیاء

فضیلتوں اور عظمتوں کا وارث ہونا حضور ﷺ کی معیت وصحبت اور نظر التفات کا نتیجہ ہے۔ عشاق کا مدینہ منورہ کو پناہ گاہِ عاصیان کہنا اور گنبد خضریٰ کو عرش معلٰی کے ساتھ تشبیہ دینا سکنِ رسول ﷺ ہونے کی وجہ سے ہے۔ روضہ رسول ﷺ پر نزول ملائکہ اور رحمتوں کی برسات آقا و مولیٰ ﷺ کی نسبت سے ہے اور اسی طرح بنو فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اولادِ رسول ہونے اور قرابت کی نسبت کے سبب وہ مقام حاصل ہے جو کسی اور کے حصے میں نہیں آیا۔ مطلب یہ کہ جس چیز کی نسبت سید عالم رحمۃ للعالمین ﷺ سے ہو جائے بلندیاں اُس کے قدم چوم لیتی ہیں اور اہلِ ایمان کے دِلوں میں اس چیز کا احترام پیدا ہونا ایک قدرتی عمل ہے یہی وجہ ہے کہ اہلبیتِ رسول ﷺ کی محبت ومودّت انہی لوگوں کے دِلوں میں موجود ہے جن کا قلبی تعلق حضور ﷺ سے ہے۔ ☆☆☆

صفا و مروہ، کسی نبی، پیغمبر، غوث، قطب، ابدال ...... کا نام نہیں ہے بلکہ پتھر ہیں۔ حضرت ہاجرہ کے قدم کی برکت سے اللہ کی نشانی بن گئے۔ پتھر کی تعظیم اور یہ دل کا تقویٰ ہے۔ پتھر کی تعظیم اور پتھر کا مقدّر دیکھنا ہو تو مکہ معظمہ چلو۔ کعبہ کا گھر پتھر۔ حجر اسود پتھر۔ مقام ابراہیم پتھر۔ جبل رحمت پتھر۔ غار حراء پتھر۔ عرفات کی وادی پتھریلی۔ وادی مزدلفہ کا میدان پتھریلہ۔ مقام ابراہیم پتھر۔ مگر اسے اپنا مُصلے بنالو۔ حجر اُسود پتھر مگر بغیر بوسہ دیئے ہوئے آگے نہ بڑھنا۔

بڑے تعجب کی بات ہے کہ ہم سے کہا گیا کہ خدا کا فرض ادا کرنا اور وہاں گئے تو پتھروں کا راج مل رہا ہے۔ وہاں پتھروں کی حکومت دِکھائی دے رہی ہے صفا پتھر۔ مروہ پتھر، حجرِ اسود پتھر، کعبہ پتھر، مقام ابرہیم پتھر...... میں نے کہا ! اے اسلام تو کیسا دین ہے پتھروں کی تعظیم اور دِل کا تقویٰ۔ اے اسلام تو ہی تو تھا جو اسی کعبہ سے تین سو ساٹھ بتوں کو نکالا تھا اور تو ہی نے ایک پتھر (حجرِ اسود) کو چسپاں کیا اور تین سو ساٹھ کو نکال دیا۔ اسلام کہے گا کہ تو اس سے سمجھ لے کہ ہر پتھر برابر نہیں ہے۔

جب تین سو ساٹھ کو نکالنا تھا تو آنے کیوں دیا؟ اگر وہ چاہتا تو کیا کعبہ میں کوئی پتھر

آ سکتا تھا؟ وہ اُس وقت بھی قادر مطلق تھا۔ جواب ملا کہ بُلا کر نکالنے میں رُسوائی زیادہ ہے

اللهم صل علیٰ سیدنا محمد وعلیٰ آل سیدنا محمد کما تحب وترضی بان تصلی علیه

اللہ تعالیٰ کے دین کی نشانیوں کی تعظیم ہی دِلوں کا تقویٰ ہے اور قرآن ﴿**هدًی للمتقین**﴾ متقیوں کے لئے ہدایت ہے۔

﴾☆☆☆ مقامات مقدسہ کے متبرک پہاڑ :

نام نہاد اہلحدیث (غیر مقلد وہابی) متبرک پہاڑوں کے بارے میں لکھتے ہیں :

'ممنوع اور ناجائز تبرکات میں سے پہاڑوں اور دیگر مقامات سے تبرک کا حصول بھی ہے کیونکہ یہ نبی کریم ﷺ کے طریقہ کے خلاف ہے ان پہاڑوں اور جگہوں سے تبرک کے حصول سے اُن کی عظمت ثابت ہوتی ہے'
(**البدعة واثرها السیّئ** /۷۸ طاہر نصار عزیز' مکتبہ بیت السلام الریاض)

'لہذا جگہوں نشانیوں اور زندہ و مُردہ آدمیوں سے تبرک حاصل کرنا جائز نہیں ہے اس لئے کہ اگر وہ یہ اعتقاد رکھے کہ یہ چیز برکت عطا کرسکتی ہے تو وہ شرک ہے اور اگر اس اعتقاد سے کرتا ہے کہ اس کی زیارت' اسے چھونا اور چھو کر مسح کرنا اللہ کی طرف سے حصول برکت کے سبب ہیں تو شرک کا وسیلہ ہے'
(**البدعة واثرها السیّئ** /۸۱ طاہر نصار عزیز' مکتبہ بیت السلام الریاض)

رسول اللہ ﷺ کی تعظیم میں سے ہے ان تمام اشیاء کی تعظیم جن کو حضور نبی کریم ﷺ سے کچھ علاقہ ہو' حضور انور ﷺ کی طرف منسوب ہو' حضور انور ﷺ نے اُسے چھوا ہو یا حضور انور ﷺ کے نام پاک سے پہچانی جاتی ہو' ان سب کی تعظیم کی جائے۔

غیر مقلدین کہنا یہ چاہتے ہیں کہ وہ متبرک پہاڑ جنھیں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی بڑی بڑی نشانیاں اور آیات بینات کہا گیا ہے (مقام ابراہیم' صفا و مروہ' حجر اسود' جبل نور۔ غار حراء۔ جبل ثور' جبل احد' جبل بوقبیس' جبل عرفات' مکہ معظمہ و مدینہ منورہ کی دیگر مقدس پہاڑیاں)

اُن کی عظمت کو ثابت نہیں کرنا چاہئے۔ غیر مقلدین کا یہ بھی کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ان نشانیوں (پہاڑوں اور مقدس مقامات) کی نہ ہی زیارت جائز ہے اور نہ ہی اُن سے تبرک کا حصول جائز ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کی نشانیوں کی تعظیم کو شرک اور شرک کا وسیلہ قرار دیتے ہیں جب کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کی نشانیوں (شعائر اللہ) کی تعظیم کو دِلوں کا تقویٰ فرمایا گیا ہے: ﴿وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ﴾ (الحج/۳۲) جو اللہ تعالیٰ کی نشانیوں (آثار مبارکہ) کی تعظیم کرے وہ دِلوں کا تقویٰ ہے۔ جو شخص رب کی نشانیوں کی تعظیم کرے تو وہ شخص متقی ہے۔

شعائر اللہ کی تعظیم' اللہ تعالیٰ کی عبادت اور توحید قرار پائی۔ شعائر اللہ کی تعظیم کا قرآن میں حکم دیا گیا ہے ارشاد ربانی کی رُو سے وہ لوگ جو شعائر اللہ کا کمال درجہ احترام اور تعظیم کرتے ہیں وہ متقی ہیں اور یہ تقویٰ اُن کے دِلوں کے اندر جاگزیں ہے۔ دِلوں کا تقویٰ عبادت ہے اور عبادت توحید ہے۔ گویا اللہ تعالیٰ نے فرمایا: دِلوں کا تقویٰ میری توحید بھی ہے اور میری عبادت بھی۔ پس جو شعائر اللہ کی تعظیم کرے وہ گویا اللہ تعالیٰ کی عبادت اور توحید کا حق ادا کر رہا ہے۔

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ حجر اسود کو بوسہ دیتے ہوئے فرما رہے ہیں' میں رسول اللہ ﷺ کو تجھے چومتے نہ دیکھتا تو ہرگز نہ چومتا' (بخاری شریف)

اس لئے حجر اسود کا یہ ادب ہے کہ اگر اس سے ہاتھ مس نہ ہو سکے تو اپنی ہتھیلیوں کو حجر اسود کے سامنے کر کے اپنے ہاتھ ہی چوم لئے جائیں' یہ نسبت کا کمال ادب ہے۔

اہلِ ایمان ہمیشہ سے آثار مبارکہ (تبرکات) مقدس مقامات (اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں) کی زیارت کو اپنی خوش نصیبی یقین کرتے ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو سفرِ اسراء ومعراج کے موقع پر بیت المقدس کے اطراف جو بابرکت مقامات اور قدرت کی بڑی بڑی نشانیاں اور آیات بینات ہیں اُن کی زیارت کروائی۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیٰتِنَا اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ﴾

(الاسراء۔بنی اسرائیل/۱)

(ہر عجز و ناتوانی اور عیب سے) پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے محبوب بندے کو سیر کرائی' رات کے قلیل حصہ میں مسجد حرام (کعبۃ اللہ شریف) سے مسجد اقصیٰ (بیت المقدس) تک۔ بابرکت بنا دیا ہم نے جس کے گرد ونواح (اطراف) کو تاکہ ہم دِکھائیں اپنے بندے کو اپنی قدرت کی نشانیاں۔ بیشک وہی سب کچھ سننے والا سب کچھ دیکھنے والا ہے۔

معلوم ہوا کہ بیت المقدس کے گرد ونواح (اطراف) کے علاقے بابرکت ہیں اور وہاں اللہ تبارک وتعالیٰ کی قدرت کی بڑی بڑی نشانیاں (آیات بینات) ہیں لہذا مقدس مقامات اور تبرکات کی زیارت کروانا سُنّت الٰہی ہے اور ان آثار مبارکہ کی زیارت کرنا سُنّت نبوی ﷺ ہے۔ آثار مبارکہ کو چومنا اہل ایمان کا طریقہ ہے۔

مقام ابراہیم' حطیم' مسجد حرام اور متبرک پہاڑوں کی عظمت کا انکار کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

'مقام ابراہیم' حطیم اور مسجد حرام کی کسی دیوار کو چھونا جائز نہیں اور نہ ہی حراء پہاڑی جسے جبل نور بھی کہا جاتا ہے سے تبرک لینا جائز ہے نہ اس کی زیارت مشروع ہے نہ ہی اس پر چڑھنا اور نماز کی غرض سے اس کا قصد کرنا جائز ہے اس طرح جبل ثور (غار ثور) سے برکت حاصل کرنا اور اس کی زیارت کرنا بھی جائز نہیں ہے اور نہ ہی جبل عرفات (جبل رحمۃ)' جبل بوقبیس (جس مقدس پہاڑی پر معجزہ شق القمر ہوا' سیدنا بلال رضی اللہ عنہ اسی پہاڑی سے ہلال دیکھا کرتے تھے) اور جبل شبیر وغیرہ کی زیارت کرنا مشروع ہے اور نہ ہی عہد نبوی سے معروف گھروں سے برکت حاصل کرنا جائز ہے خواہ دار ارقم ہو یا دیگر بار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم۔ اسی طرح کوہ طور

(جس پہاڑی پر اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے کلام کیا) کی زیارت کرنا اور اس کے لئے سفر کرنا بھی جائز نہیں اور نہ ہی اسی بھی قسم کے درختوں اور پتھروں سے تبرک حاصل کرنا جائز ہے'

(البدعة واثرها السیّئ /۷۹ طاہر نصار عزیز' مکتبہ بیت السلام الریاض)

نام نہاد اہلحدیث غیر مقلدین مزید کہتے ہیں:

'وہ جگہیں جس پر آپ اپنے مبارک قدموں سے چلے ہیں اور جہاں نمازیں پڑھیں آپ کی اُمت کے لئے اُسے چھونا یا بوسہ دینا مشروع نہیں'۔

(البدعة واثرها السیّئ /۸۲۔ طاہر نصار عزیز' مکتبہ بیت السلام الریاض)

میزابِ رحمت: کعبہ شریف کی چھت پر حطیم شریف کی سمت بارش کا پانی نیچے گرنے کے لئے جو پرنالہ لگایا گیا ہے اُسے میزاب رحمت کہتے ہیں۔ غیر مقلدین کا کہنا ہے:

'میزاب کے نیچے **اللهم اظلنی فی ظلك یوم لاظل الا ظلك** کہنا سُنّت سے ثابت نہیں'

(حج اور عمرہ کے مسائل ۔ محمد اقبال کیلانی' مکتبہ بیت السلام الریاض)

مقام ابراہیم: ﴿وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاهِيْمَ مُصَلًّى﴾ (البقرہ/۱۲۴)

اور ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ کو نماز کا مقام بناؤ۔

مقام ابراہیم' اللہ تعالیٰ کی نشانیوں (آیات بینات) میں سے ایک نشانی ہے۔ یہ وہ پتھر ہے جس پر کھڑے ہوکر سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کعبہ معظّمہ بنایا۔ اس پتھر پر سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اپنا قدم مبارک رکھا تو جتنا ٹکڑا ان کے زیر قدم آیا تر مٹی کی طرح نرم ہوگیا' یہاں تک کہ سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قدم مبارک اس میں پیر گیا اور یہ خاصی قدرت الٰہیہ ومعجزہ انبیاء ہے پھر جب سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے

قدم اُٹھایا اللہ تعالیٰ نے دوبارہ اس ٹکڑے میں پتھر کی سختی پیدا کردی کہ وہ نشان قدم محفوظ رہ گیا۔ پھر اسے حق سبحانہ وتعالیٰ نے مدتہا مدت باقی رکھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس پتھر میں اقسام اقسام کے عجیب وغریب معجزے ظاہر فرمائے ہیں۔ اسی ایک پتھر کو مولیٰ تعالیٰ نے متعدد آیات (نشانیاں) فرمایا۔ اس لئے کہ اس میں ابراہیم علیہ السلام کا نشانِ قدم ہوجانا' اُن کے قدموں کا گٹوں تک اس میں پیر جانا' پتھر کا ایک ٹکڑا نرم ہوجانا باقی کا اپنے حال پر رہنا' معجزات انبیاء سابقین علیہم الصلوٰۃ والسلام میں اس معجزہ کا باقی رکھنا' دشمنانِ اسلام کی کثرت کے باوجود ہزاروں سال سے اس کا محفوظ رہنا۔ خانہ کعبہ میں مقام ابراہیم جہاں چند معجزات کا حیرت انگیز مرقع ہے وہیں آثار مبارکہ کی ایک زندہ مثال اور تاریخی یادگار بھی ہے۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے قدم مبارک کی نسبت سے وہ پتھر اتنا محترم ہوگیا کہ بیت اللہ کے سامنے رکھا گیا' حکم دیا گیا کہ اس کو نماز کی جگہ بنالیا جائے۔ مصلّے بنانے کے یہ معنٰی ہیں کہ اس کو سامنے لے کر طواف کے نفل ادا کرو جیسا کہ آج بھی حاجی کرتے ہیں۔ نسبت نے پتھر کو کتنا بلند کردیا! اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے محبوب بندے جس جگہ کھڑے ہوجائیں یا بیٹھ جائیں وہ جگہ مقدس ومتبرک ہوجاتی ہے' یادگار ہوجاتی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جس پتھر کو نبی کی قدم بوسی حاصل ہوجائے اس کی عظمت ہوجاتی ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ عین نماز کی حالت میں غیر اللہ کی تعظیم جائز ہے کہ مقام ابراہیم کا احترام نماز میں ہوتا ہے لہذا عین نماز میں حضور نبی کریم ﷺ کی تعظیم نماز کو ناقص نہ کرے گی بلکہ کامل بنائے گی۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ جب پتھر نبی کے قدم لگنے سے عظمت والا ہوگیا تو حضور ﷺ کے ازواج واصحاب کی عظمت کا کیا پوچھنا ہے۔ اس سے تبرکات کی تعظیم کا بھی ثبوت ملتا ہے۔

اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ ایک بار حضور نبی کریم ﷺ نے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر وہ پتھر دِکھایا جس کا نام مقام ابراہیم ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ جب یہ اتنا معظم پتھر ہے تو ہم اسے مُصلّے کیوں نہ بنالیں یعنی اس کے سامنے کھڑے ہوکر کعبہ کو رُخ کر کے نماز کیوں نہ پڑھیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ مجھے اس کا حکم نہیں دیا گیا' تب آفتاب ڈوبنے سے پیشتر ہی آیت کریمہ آ گئی۔ (تفسیر مدارک واحمدی)

لہذا یہ آیت ان آیتوں میں سے ہے جو کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی رائے کے موافق اُتریں۔

یہ کہا جاتا ہے کہ جس درخت کے نیچے بیعتِ رضوان ہوئی تھی اُسے تعظیم وشرک کے خطرے کے پیشِ نظر حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کٹوا دیا تھا۔

قابل غور یہ امر ہے کہ جہاں مقام ابراہیم علیہ السلام کے قدموں کے نشان ہیں اُسے مصلّے بنانے کا مشورہ دینے والے حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں' ان سے کیسے یہ متصور ہوسکتا ہے کہ جس درخت کے نیچے بیعت کرنے پر آیتِ رضوان نازل ہوئی اُسے شرک کے خطرے کے پیشِ نظر کٹوا دیں۔ دراصل وہ درخت متعین طور پر معلوم ہی نہ رہا تھا' صحابہ کرام میں اس کے تعین کے بارے میں اختلاف واقع ہوگیا تھا جیسا کہ بخاری شریف کی حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے۔ ظاہر ہے کہ لوگ غلط فہمی میں پڑ جاتے۔ ہوسکتا ہے کہ اس غلط فہمی کے دُور کرنے کے لئے کٹوا دیا ہو۔

شرک اور تبرک کے درمیان زمین وآسمان کا فرق ہے۔ تبرک' اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی قدرت پر ایمان کو پختہ کرتا ہے اور اعمالِ صالحہ کے آثار کے باقی وجاری رہنے پر دلالت کرتا ہے۔

حطیم : کعبۃ اللہ کا ایک حصہ (میزاب رحمت کے نیچے جو جگہ ہے جہاں لوگ نفل نمازیں ادا کرتے ہیں اور اس کے باہر سے طواف کیا کرتے ہیں) جو تعمیر کعبہ کے وقت شامل نہ ہوسکا، حکماً یہ بھی کعبۃ اللہ میں شامل ہے۔

جبل نور : جس پہاڑی کے دامن میں غار حراء ہے جہاں پہلی وحی نازل ہوئی (سورۃ العلق کی یہ پانچ آیتیں نازل ہوئیں: ﴿**اقرأ باسم ربك الذی خلق ۰ خلق الانسان من علق ۰ اقرأ وربك الاكرم الذی علم بالقلم ۰ علم الانسان ما لم يعلم**﴾۔ اسی مقدس پہاڑ پر حضور نبی کریم ﷺ اعلانِ نبوت سے قبل تشریف لیجاتے اور یادِ الٰہی میں مصروف ہوجاتے تھے۔ یقیناً یہ پہاڑی اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نشانی ہے

ساری مخلوق رسول سے محبت کرتی ہے پہاڑ بھی رسول سے محبت کرتے ہیں۔

جبل اُحد فرطِ محبت سے جھومنے لگا : حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرکار رسالت ﷺ، صدیق اکبر، عمر فاروق اور عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کوہ احد پر پہنچے، فرطِ محبت سے پہاڑ ہلنے لگا۔ دیکھو اب کسی شقی القلب کو پتھر سے تشبیہ نہ دینا۔ پتھر تو بڑا ہوشیار ہے رسول کی محبت میں نرم ہے۔ جہاں رسول نے قدم رکھ دیا اُس نے نشان لے لیا وہ پتھر سے بدتر ہے جو رسول کی محبت کا نقش نہ رکھے۔ بہرحال پہاڑ ہلنے لگا تو حضور ﷺ پہاڑ سے کہتے ہیں **اصبر علیك نبی وصديق وشهيدان** ٹھہر جا، تجھ پر نبی ہے صدیق ہے دو شہید ہیں۔ پہاڑ نے تو محبت کی حرکت کی مگر حضور نبی مکرم ﷺ نے اُس کو ادب کا مقام بتلایا اور یہ نہ کہا کہ تجھ پر محمد ہے ابوبکر ہے عمر ہے عثمان ہے بلکہ صفات کا ذکر کیا۔ اشارہ کردیا کہ ادب کی وجہ کیا ہے تجھ کو جو ادب پر مجبور کیا جارہا ہے وہ یہ کہ نبوت ادب کی چیز ہے۔ نبی پہنچے تو ادب کرو۔ صدیق پہنچے تو ادب کرو۔ شہید پہنچے تو ادب کرو۔ ولی پہنچے تو ادب کرو۔ پہاڑ کو ادب کا قانون سکھلایا۔ پہاڑ مؤدب ہوگیا۔

نبی اپنی رسالت، خدا کی توحید اور عالم غیب کی حقیقتوں کو سمجھانے اور منوانے کے لئے ہی آتا ہے۔ جہاں نظر نہ پہنچ سکے ان حقیقتوں کو سمجھانے کے لئے نبی آیا ہے۔

مخبر صادق حضور رحمتِ عالم ﷺ نے صدیق اکبر کی صداقت پر ہی مہرِ تصدیق ثبت نہ کی بلکہ سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کی طرف بھی اشارہ فرمایا اور خوشی سے جھومتے ہوئے پہاڑ کو بھی قرار نصیب ہو گیا۔

ساری مخلوق رسول سے محبت کرتی ہے پہاڑ بھی رسول سے محبت کرتے ہیں۔

رسول کی محبت کے بغیر ایمان نہیں ہو سکتا، ایمان کے اندر کمال نہیں ہو سکتا اگر رسول کی محبت سب کی محبت پر غالب نہ ہو۔ ایسا ہو ہی نہیں سکتا کہ رسول سے محبت نہ ہو اور ایمان ہو۔ ایمان نام ہے رسول کی محبت کا۔ امام اہلِ سنّت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں :

اللہ کی سَر تا بقدم شان ہیں یہ ان سا نہیں انسان، وہ انسان ہے یہ
قرآن تو ایمان بتاتا ہے انہیں ایمان یہ کہتا ہے میری جان ہیں یہ

مومنِ کامل کے ایمان کی نشانی اور پہچان یہ ہے کہ اُس مومن کے نزدیک رسول خدا ﷺ تمام چیزوں اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب و معظم ہوں گے، خواہ وہ باپ یا بیٹے ہوں جن سے طبعاً محبت ہوتی ہے یا وہ دوسرے لوگ ہوں جن سے طبعاً محبت ہو یا اختیاراً محبت کی گئی ہو۔

پہاڑ بھی صلوٰۃ وسلام پڑھتے ہیں: شفاء شریف میں ہے حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں کہ میں حضور ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں جا رہا تھا، ایک مقام پر پہاڑوں کا سلسلہ آیا، ہم ابھی زیادہ دُور نہیں گئے تھے کہ ایک آواز آئی۔ بڑی پیاری پیاری آواز تھی الفاظ یہ تھے **الصلوٰۃ والسلام علیك یارسول اللہ ' الصلوٰۃ والسلام علیك یا رسول اللہ** سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مَیں نے چاروں طرف دیکھا آواز تھی مگر آواز دینے والا نظر نہ آتا تھا۔ دوبارہ وہی آواز آئی مگر مجھے کوئی نظر

نہ آیا تو مَیں نے حضور ﷺ کی بارگاہ میں عرض کیا کہ آقا! ان پہاڑوں میں آپ کا کون عاشق ہے؟ جو اس محبت و ذوق سے دُرود پڑھ رہا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا' تمہیں وہ پہاڑ نظر آرہا ہے؟ کہا ہاں۔ اس کے اُوپر ایک چوٹی نظر آتی ہے' کہا ہاں۔ اس کے اُوپر ایک پتھر موجود ہے' کہا ہاں۔ تو فرمایا وہ پتھر مجھ پر صلوٰۃ وسلام پڑھ رہا ہے۔

دُنیا میں کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو مجھے اللہ کا رسول نہ مانتے ہوں یا نہ جانتے ہوں اور وہ تمہاری طرح اُمت نہ ہو۔ **اُمَمٌ اَمْثَالُکُمْ** تمہاری طرح اُمت ہے۔

﴿وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِی الْاَرْضِ وَلَا طٰٓئِرٍ یَّطِیْرُ بِجَنَاحَیْهِ اِلَّآ اُمَمٌ اَمْثَالُکُمْ﴾

(الانعام/ ۳۸) اور زمین میں چلنے والا ہر حیوان اور (فضاؤں میں) اپنے بازوؤں سے اُڑنے والا ہر پرندہ تمہاری ہی مثل اُمت ہے۔

سرکار رسالت ﷺ نے ارشاد فرمایا: **مَا مِنْ شَیْءٍ اِلَّا یَعْلَمُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَّا کَفَرَةَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ** دُنیا میں کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو مجھے اللہ کا رسول نہ مانتے ہوں یا نہ جانتے ہوں مگر یہ سرکش انسان' سرکش جن نہیں مانتا۔

بزرگ مقامات کا ادب :

﴿اِنِّیْٓ اَنَا رَبُّکَ فَاخْلَعْ نَعْلَیْکَ ۚ اِنَّکَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًی﴾ (طٰہٰ/ ۱۲)

(اے موسیٰ) بے شک میں تیرا رب ہوں' تو اپنے جوتے اُتار ڈال۔ بیشک تو پاک جنگل 'طویٰ' میں ہے۔

اس سے تین مسئلے معلوم ہوئے۔ ایک یہ کہ متبرک جنگلوں کا بھی ادب کرنا چاہئے جیسے مکہ مکرمہ' مدینہ منورہ کے جنگل جو حرم کہلاتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ ادب کے لئے جوتے اُتارنا سُنّت نبوی ہے لہذا مسجدوں میں جوتا اُتارنا اچھا ہے اگر چہ جوتا میں نجاست نہ ہو۔ تیسرے یہ کہ حضور ﷺ **دَنَا فَتَدَلّٰی** سے شبِ معراج میں مشرف ہوئے مگر کہیں ثبوت نہیں کہ حضور ﷺ کو نعلین شریفین اُتارنے کا حکم دیا گیا ہو۔

﴿لَآ اُقۡسِمُ بِهٰذَا الۡبَلَدِ ۙ وَاَنۡتَ حِلٌّ بِهٰذَا الۡبَلَدِ ۙ وَوَالِدٍ وَّمَا وَلَدَ ﴾ (البلد/۱۔۳)
مجھے اس شہر کی قسم کہ اے محبوب تم اس شہر میں تشریف فرما ہو اور تمہارے باپ ابراہیم کی قسم اور ان کی اولاد (یعنی تمہاری) قسم۔ (کنزالایمان)

یہ آیت کریمہ حضور انور ﷺ کی نعت پاک ہے اس میں فرمایا گیا ہے کہ جس کو حضور ﷺ سے نسبت ہو جائے وہ عظمت والا ہے۔ یہ آیت کریمہ ہجرت سے پہلے نازل ہوئی۔ اس میں فرمایا کہ اے محبوب ! اس شہر مکہ مکرمہ کی قسم، مگر قسم فرمانے کی وجہ کیا ہے؟ کہ تم وہاں ہو۔ جس سے معلوم ہوا کہ مکہ شریف کو یہ عزت اے پیارے تمہارے دَم قدم سے ملی۔

مکہ معظمہ میں چند خوبیاں ہیں: (۱) اس کو حضرت خلیل نے بسایا اور اس کے لئے دُعائیں کیں۔ (۲) حضرت اسمٰعیل نے وہاں پرورش پائی۔ (۳) وہاں اللہ کا گھر موجود جو دُنیا کا قبلہ اور بیت المعمور کے مقابل (۴) نبی آخرالزماں ﷺ کا جائے مقام۔

مکہ مکرمہ میں تین باتیں ہجرت کے بعد بھی موجود ہیں مگر چوتھی بات نہ رہی۔ تو آیت میں فرمایا گیا کہ اے محبوب ! اس شہر کی قسم کہ تم اس شہر میں تشریف فرما ہو، ان تینوں وجہوں سے نہیں بلکہ تمہارے قدم کی برکت سے ہے۔

مسئلہ : فقہاء کا اس میں اتفاق ہے کہ حضور ﷺ کی قبر انور کا وہ حصہ جو جسم پاک سے ملا ہوا ہے خانہ کعبہ اور عرش اعظم سے بھی افضل ہے۔ دیکھو شامی کتاب الحج اور مدارج وغیرہ۔ اور اس میں بھی اتفاق ہے کہ خانہ کعبہ مدینہ منورہ کی بستی سے افضل ہے۔

حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ شہر مدینہ طیبہ، مکہ معظمہ شہر سے افضل ہے۔ ایک دلیل تو یہ ہی آیت **لااقسم** ......جس سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ جہاں تشریف فرما ہوں وہ جگہ افضل ہے۔ ہجرت سے پہلے مکہ مکرمہ افضل تھا اور بعد ہجرت مدینہ پاک۔

دوسرے یہ کہ مکہ مکرمہ میں فرش والوں کا حج ہوتا ہے اور مدینہ پاک میں عرش والے

فرشتوں کی حاضری ہوتی ہے کہ ستر ہزار صبح کو اور ستر ہزار شام کو ملائکہ روضہ پاک پر حاضر ہوتے ہیں اور اس کو گھیر کر صلوٰۃ وسلام پڑھتے ہیں۔ (مشکوٰۃ باب الکرامات)

مکہ مکرمہ میں ہر نیکی کا ثواب ایک لاکھ ہے تو ہر بدی کا گناہ بھی ایک لاکھ ہے یعنی وہ جگہ جمال وجلال کی ہے' مگر مدینہ پاک میں محض جمال۔ کہ نیکی کا ثواب پچاس ہزار کے برابر اور بدی کا گناہ صرف ایک ہی بدی کے برابر' وہ بھی اگر باقی رہے ورنہ امید کہ حضور نبی کریم ﷺ کی شفاعت سے معاف ہو جائے۔

امام اہلِ سُنّت اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

عاصی بھی ہیں چہیتے یہ طیبہ ہے زاہدو
مکہ نہیں کہ جانچ جہاں خیر وشر کی ہے

مکہ مکرمہ کو خلیل اللہ نے آباد کیا' مگر مدینہ پاک کو حبیب اللہ نے آباد کیا۔ مکہ مکرمہ کے لئے خلیل اللہ نے دُعائیں کیں۔ مگر مدینہ پاک کے لئے اللہ کے محبوب ﷺ نے دُعائیں فرمائی کہ خدایا اس مدینہ میں مکہ مکرمہ سے دوگنی برکتیں اور رحمتیں نازل فرما۔ مکہ مکرمہ میں بے شک خانہ کعبہ' مقام ابراہیم' آب زمزم' عرفات اور منٰی وغیرہ ہے مگر مدینہ پاک میں وہ دُولہا ہیں جن کے دَم کی یہ ساری برات ہے۔ اگر مدینہ کے دولہا نہ ہوتے تو نہ خلیل اللہ ہوتے' نہ کعبہ' نہ عرفات' نہ منٰی نہ مزدلفہ۔ (ﷺ)

امام اہلِ سُنّت اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

طیبہ نہ سہی افضل مکہ ہی بڑا زاہد ! ہم عشق کے بندے ہیں کیوں بات بڑھائی ہے
غور سے سُن تو رضاؔ کعبہ سے آتی ہے صدا میری آنکھوں سے مرے پیارے کا روضہ دیکھو

(☆) صفاومَروہ : ﴿اَنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ﴾ (البقرہ/۱۵۸)

بیشک صفاومروہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں (دین کی یادگاروں) میں سے ہیں۔

صفاومروہ پہاڑیوں کے درمیان حضرت ہاجرہ علیہا السلام دوڑی تھیں' اُن کے

پائے مبارک کی برکت سے ان پہاڑیوں کے درمیان زمین بھی ایسی برکت والی ہوگئی کہ بیت اللہ کا طواف کرنے والے اس کا چکر لگانے لگے (سعی کرنے لگے)۔ اور اس نسبت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان پہاڑیوں کو اپنی نشانیاں قرار دیا' حالانکہ یہ حضرت ہاجرہ علیہا السلام کی نشانیاں ہیں۔

معلوم ہوا کہ اللہ کے محبوب بندے جن راہوں سے گزر جاتے ہیں وہ راہیں بھی مقدس ومتبرک ہو جاتی ہیں۔

اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے۔ ایک یہ کہ جس چیز کو صالحین سے نسبت ہو جائے وہ عظمت والی بن جاتی ہے۔ صفا ومروہ پہاڑ حضرت ہاجرہ علیہا السلام کے قدم کی برکت سے اللہ کی نشانی بن گئے۔ دوسرے یہ کہ معظم چیزوں کی تعظیم وتوقیر دِین میں داخل ہے اسی لئے صفا ومروہ کی سعی حج وعمرہ میں شامل ہوتی۔ تیسرے یہ کہ برکت والے مقام پر اگر گناہ ہونے لگے تو گناہوں کو مٹاؤ مگر ان مقامات کو معظم سمجھو کہ یہ دونوں پہاڑ باوجود بُت رکھے جانے کے اسلام میں عظمت والے ہیں۔

رُوح البیان ومعانی نے کہا کہ صفا کو اس لئے صفا کہتے ہیں کہ وہاں صفی اللہ آدم علیہ السلام نے قیام فرمایا تھا یعنی صفی کا جائے قیام۔ اور مروہ پر امرأۃ یعنی حوا نے قیام کیا۔ تو گویا مروہ دراصل مرأۃ تھا یعنی ایک بی بی کا جائے قیام۔ شعائر سے ہر وہ چیز مراد ہے جن کی تعظیم رب کی عبادت کی نشانی ہو۔ لہذا وہ جگہ اور وقت اور وہ علامات جو دین کی نشانیاں ہوں سب شعائر اللہ ہیں۔ کعبہ' عرفات' مزدلفہ' صفا' مروہ' غار حراء' غار ثور' احد پہاڑ' منیٰ' مسجدیں' بزرگانِ دین کے مقابر وغیرہ۔ ایسے ہی رمضان' عید' جمعہ وغیرہ۔ ایسے ہی اذان' تکبیر' جماعت' نماز' ختنہ' ڈاڑھی وغیرہ شعائر دین یعنی دین کی پہچانیں۔ قرآن کریم نے بتایا کہ اسلام میں بہت سی چیزیں شعائر اللہ ہیں۔ صفا ومروہ کی طرح جس کو مقبول بندوں سے نسبت ہو وہ شعائر اللہ ہے۔

اگر معظم جگہ کچھ خرابیاں پیدا ہو جائیں تو اس سے اس جگہ کی عزت نہ گھٹے گی اور نہ اُس جگہ کو مٹایا جائے...... لہذا بزرگانِ دین کے مزارات پر عرس وغیرہ میں ناجائز کام بھی ہوتے ہیں جب بھی قبروں کو نہ مٹاؤ جیسے کہ اسلام نے بُت پرستی کی وجہ سے خانہ کعبہ یا صفا ومروہ کو نہ مٹایا۔ ہاں کوشش کرو کہ وہاں سے ناجائز چیزیں مٹ جائیں۔ دیکھو حضور انور ﷺ نے فتح مکہ فرما کر صفا ومروہ بلکہ خود بیت اللہ شریف سے بُت نکال دیئے۔ اگر مسجد میں کُتا آ جائے تو کُتے کو نکالو' مسجد نہ گراؤ۔ شادی بیاہ کے موقع پر بہت سی خرافات اور غیر شرعی رُسومات ہوتی ہیں' نکاح کو حرام قرار نہ دو بلکہ خرافات و ناجائز رُسومات کو ختم کر دو۔

ناجائز کاموں کی وجہ سے سُنّت نہیں چھوڑی جا سکتی' لہذا قبورِ اولیاء پر گانے اور عورتوں کی حاضری کی وجہ سے زیارتِ قبر جو کہ سُنّت ہے نہ چھوڑی جائے گی جیسے کہ بُتوں کی موجودگی میں خانہ کعبہ کا طواف اور صفا ومروہ کی سعی بند نہ ہوئی۔

دینی شعائر یعنی علامتوں کا برقرار رکھنا سُنّت الٰہی ہے جیسے صفا ومروہ کو رب نے باقی رکھا کیونکہ یہ بزرگوں کی یادگار ہیں۔ لہذا بزرگانِ دین کے تبرکات اور اُن کے رُوضے وغیرہ ضرور باقی رکھے جائیں تاکہ لوگ انہیں دیکھ کر اپنے ایمان تازہ کریں۔

مولد النبی ﷺ :

امام الہند حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمہ نے فیوض الحرمین میں اپنا آنکھوں دیکھا حال لکھا ہے کہ میں مکہ معظمہ مولد النبی ﷺ پر میلاد شریف کی محفل میں حاضر ہوا۔ میں نے مولدِ مبارک سے آسمان تک انوار دیکھے۔ غور کیا تو معلوم ہوا کہ یہ انوار فرشتوں کے ہیں۔ اس سے میلاد پاک کا جہاں جواز و استحسان ثابت ہوتا ہے وہیں یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ جہاں حضور ﷺ کی ولادت ہوئی تھی وہ جگہ مہبطِ انوار ہے مہبطِ ملائکہ ہے۔ جو جگہ مہبطِ انوار ہو' مہبطِ ملائکہ ہو وہاں سے یقیناً برکت مل سکتی ہے۔

لطیفہ : بحمدہ تعالیٰ احقر ۱۹۸۳ سے سعودی عرب میں مقیم ہے، جب پہلی مرتبہ مکہ معظمہ کی حاضری اور ادائیگی عمرہ کی سعادت نصیب ہوئی، اسوقت بغرض زیارت مولد النبی ﷺ حاضری ہوئی۔ وہاں پہونچنے پر دِل کو اطمینان تھا کہ یہی مولد النبی ﷺ ہوسکتا ہے لیکن باوثوق ذرائع سے معلوم کرنے کے لئے مزید تحقیق شروع کردیا۔ چہار طرف گھوم کر عمارت کو بغور دیکھتا رہا، معاً دیوار کی ایک جانب آویزاں نوٹس بورڈ پر نظر پڑ گئی، بورڈ پر زائرین کرام کے لئے لکھا تھا کہ 'انتباہ ! اس گھر کی ہرگز زیارت نہ کریں، قرآن وحدیث اور صحابہ کرام سے اس گھر کی زیارت کا کوئی ثبوت نہیں ملتا ہے، احادیث سے اس گھر کی کوئی فضیلت ثابت نہیں ہے، لہذا اس گھر کی زیارت منع ہے بلکہ بدعت ہے.......... وغیرہ وغیرہ۔

یہ بورڈ دیکھتے ہی فرطِ مسرت سے وجدانی کیفیت طاری ہوگئی۔ دل کو اطمینان ہی نہیں بلکہ یقینِ کامل ہوگیا کہ یہی مولد النبی ﷺ ہے۔ یہ نوٹس بورڈ میرے لئے سند ثابت ہوا، مقام کی تصدیق ہوگئی۔

بدعقیدہ عناصر کی جانب سے آویزاں 'ممانعت' کا نوٹس بورڈ بتلا رہا ہے کہ ساری فضیلتیں وبرکتیں یہیں ہیں۔ جو جگہ مہبطِ انوار ہو، مہبطِ ملائکہ ہو وہاں سے یقیناً برکت مل سکتی ہے۔

مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے مقدس پہاڑ، میدانِ خاک شفاء، مساجد، کنویں، باغات، قدیم مکانات اور دیگر متبرک مقامات ...... سب جگہ نوٹس بورڈ نظر آئیں گے جس میں ان مقامات کی زیارت سے روکا جائے گا۔ ان بورڈس سے مقامات کی تصدیق ہوجاتی ہے اور یہی ہمارے لئے سند ہے۔ بورڈ دیکھ کر یقین کرلیں کہ یہی مقدس ومتبرک مقامات ہیں جن کی زیارت ایمان میں تازگی، عقائد میں پختگی اور رُوح میں بالیدگی پیدا کرتی ہے۔

بُزرگوں کے تبرّکات دافعِ بَلاء ہیں :

تبرکات انبیاء علیہم السلام :

﴿اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ ۚ هٰذَا مُغْتَسَلٌۢ بَارِدٌ وَّشَرَابٌ﴾ (ص/۴۲)

(حکم ہوا) اپنا پاؤں (زمین پر) مارو۔ یہ نہانے کے لئے ٹھنڈا پانی ہے اور پینے کے لئے۔

اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق سیدنا ایوب علیہ السلام نے زمین پر پاؤں مارا' قدرتِ الٰہی سے چشمہ جاری ہوگیا۔ اس پانی سے غسل کیا تو جسم کی ساری بیماریاں دُور ہوگئیں' پھر اُسے پیا تو اندر کے سارے روگ ختم ہوگئے۔ معلوم ہوا کہ بزرگوں کے پاؤں کا دُھون بھی شفاء ہوتا ہے اسی لئے اُسے وسیلۂ شفاء بنایا گیا۔

اطبّاء کہتے ہیں کہ اب بھی خارش میں ٹھنڈے پانی سے غسل کرنا مفید ہے جو اس آیت سے ثابت ہے۔ مدینہ پاک کی مٹی خاکِ شفاء ہے کہ اُسے حضور ﷺ کے قدم سے مَس نصیب ہوا۔

﴿اِذْهَبُوْا بِقَمِيْصِىْ هٰذَا فَاَلْقُوْهُ عَلٰى وَجْهِ اَبِىْ يَاْتِ بَصِيْرًا﴾ (یوسف/۹۳)

میرا یہ قمیص لے جاؤ' اُسے میرے باپ کے مُنہ پر ڈالو' اُن کی آنکھیں کُھل جائیں گی۔

سیدنا یوسف علیہ السلام اُس وقت جو قمیص پہنے ہوئے تھے وہ اُتار کر دی اور فرمایا کہ یہ لے جاؤ اور سیدنا یعقوب علیہ السلام کی آنکھوں پر جا کر رکھو' اُن کی بینائی لوٹ آئے گی۔

معلوم ہوا کہ سیدنا یوسف علیہ السلام کے جسم سے مَس ہونے کی وجہ سے قمیص میں شفائے امراض کی تاثیر پیدا ہوئی۔ اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے۔ (۱) سیدنا یعقوب علیہ السلام روتے روتے نابینا ہو چکے تھے (۲) بزرگوں کے تبرکات' اُن کے جسم سے چھوئی ہوئی چیزیں بیماروں کو شفاء' دافع بلا' مشکل کشا ہوتی ہیں۔ تبرکات سے برکت لینا سُنّتِ انبیاء اور سُنّتِ صحابہ ہے۔

﴿وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اِنَّ اٰيَةَ مُلْكِهٖٓ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ التَّابُوْتُ فِيْهِ سَكِيْنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ اٰلُ مُوْسٰى وَاٰلُ هٰرُوْنَ تَحْمِلُهُ الْمَلٰٓئِكَةُ ؕ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ﴾ (البقرۃ/۲۴۸)

اور اُن سے اُن کے نبی نے فرمایا کہ اُس کی بادشاہی کی نشانی یہ ہے کہ آئے گا تمہارے پاس ایک صندوق' اس میں تسلی (کا سامان) ہوگا تمہارے رب کی طرف سے' اور (اس میں) بچی ہوئی چیزیں ہوں گی جنہیں چھوڑ گئی ہے اولادِ موسیٰ اور اولادِ ہارون' اُٹھائیں گے اس صندوق کو فرشتے۔ بے شک اس میں تمہارے لئے بڑی نشانی ہے۔ اگر تم ایمان رکھتے ہو۔

بنی اسرائیل نے حضرت شموئیل علیہ السلام سے مطالبہ کیا کہ آپ دلیل پیش کیجئے کہ بادشاہ طالوت کا انتخاب واقعی اللہ تعالیٰ نے کیا ہے؟ اُس وقت اُن کے نبی نے انہیں فرمایا کہ اُس کی حکومت کی نشانی یہ ہے کہ وہ صندوق جس میں تمہاری تسکین وطمانیت کا سامان ہے جس کے آنے سے قدرتی طور پر تمہاری گھبراہٹ جاتی رہے گی اور دِلوں کو چین وسکون حاصل ہوگا۔ یہ صندوق آدم علیہ السلام سے وراثۃً انبیائے کرام میں منتقل ہوتا ہوا موسیٰ علیہ السلام تک پہونچا۔ آپ اس میں توریت شریف بھی رکھتے ہیں اور اپنا خاص سامان بھی۔ چنانچہ اس میں توریت کی تختیوں کے کچھ ٹکڑے' آپ کا عصا' آپ کے کپڑے' نعلین شریف اور حضرت ہارون علیہ السلام کا عمامہ' اُن کا عصا اور تھوڑا سا مَن جو بنی اسرائیل پر اُترتا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام جنگ کے موقعوں پر اس صندوق کو آگے رکھتے اور اس کی برکت سے فتح حاصل کرتے تھے اس سے بنی اسرائیل کو تسکین بھی رہتی تھی۔ آپ کے بعد یہ صندوق بنی اسرائیل میں منتقل ہوتا ہوا چلا آیا۔ جب انہیں کوئی مشکل درپیش ہوتی تو اُس صندوق (تابوت) کو سامنے رکھ کر دُعا کرتے اور کامیاب ہوتے۔ اسی کی برکت

سے دشمنوں کے مقابلہ میں فتح پاتے۔ جب اُن کی بدعملی حد سے زیادہ بڑھ گئی تو اُن پر قوم عمالقہ مسلط ہوگئی جو اسرائیلیوں سے یہ صندوق بھی چھین کر لے گئی اور اس کو بے حرمتی سے گندی جگہ میں رکھا۔ اس گستاخی کی وجہ سے عمالقہ سخت بیماریوں اور مصیبتوں میں مُبتلا ہوگئے۔ جو کوئی اس کے پاس پیشاب کرتا یا تھوکتا' بواسیر میں مُبتلا ہُوجاتا۔ اللہ کے دین کی نشانیوں' مقدس ومتبرک مقامات۔تبرکات وآثارمبارکہ' کی بے ادبی وتوہین کرنے والوں کا ہمیشہ بھیانک وعبرتناک انجام ہوتا ہے۔ عمالقہ کی پانچ بستیاں بھی تباہ ہوگئیں' تب انہیں یقین ہوا کہ یہ مصیبتیں تابوت (صندوق) کی بے ادبی کی وجہ سے ہیں۔ فرشتے جلوس کی شکل میں اس صندوق کو اُٹھائے ہوئے طالوت کے پاس لے آئے۔ حضرت شموئیل علیہ السلام نے بنی اسرائیل کوخبر دی کہ طالوت کے پاس صندوق آرہا ہے۔ بنی اسرائیل تابوت کو دیکھ کرہی خوش ہوگئے۔ انہیں اپنی فتح مندی کا یقین ہوا۔ سب نے طالوت سے بیعت کرکے انہیں بادشاہ مان لیا۔

خیال رہے کہ تابوت (صندوق) لانے والے فرشتے ان بنی اسرائیل کونظر نہ آتے تھے صرف حضرت شموئیل علیہ السلام نے انہیں دیکھا تھا کیونکہ کوئی شخص فرشتوں کواُن کی اصلی شکل میں نہیں دیکھ سکتا۔ یہ ہوسکتا ہے کہ نبی کی آنکھ غیب کی چیز دیکھ لے اور حاضرین مجلس نہ دیکھ سکیں۔ حضور ﷺ نے نماز پڑھاتے ہوئے جنّت ودوزخ کو دیوارِ قبلہ میں ملاحظہ فرمالیا مگر کوئی مقتدی نہ دیکھ سکا۔

اس آیت سے یہ بھی واضح ہوگیا کہ وہ اشیاء جن کا تعلق اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں سے ہوتا ہے اُن کی برکت سے دُعائیں قبول ہوتی ہیں اور دشمنوں پر غلبہ نصیب ہوتا ہے' مصیبتیں ٹل جاتی ہیں اور دِلوں کوسکون وچین حاصل ہوتا ہے۔

آبِ زمزم کی تعظیم اس لئے ہے کہ یہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے قدم شریف

سے جاری ہوا۔ مقام ابراہیم وہ پتھر ہے جس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کھڑے ہو کر عمارتِ کعبہ بنائی اور پھر اُسی پتھر پر کھڑے ہو کر سارے جہاں کو حج کے لئے پکارا یعنی اس پتھر کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا اسی لئے اس پتھر کی تعظیم وتوقیر کی جاتی ہے' اس کی عزت یہاں تک بڑھ گئی کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:
﴿وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاهِيْمَ مُصَلًّى﴾ (البقرہ/۱۲۴) اور ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ کو نماز کا مقام بناؤ۔ سب کے سَر اُدھر جُھکا دیئے۔

تبرکات شریف کا جلوس نکالنا سُنّتِ ملائکہ ہے۔ فرشتے جلوس کی شکل میں صندوق کو اُٹھائے ہوئے طالوت کے پاس لائے۔ تبرکات کی زیارت کرنا بزرگوں کی سُنّت ہے جیسے آجکل بال شریف کی زیارت ہوتی ہے۔ تبرکات کے ثبوت کے لئے مسلمانوں میں شہرت ہونا کافی ہے۔ اس کے لئے بخاری کی حدیث ضروری نہیں' کیونکہ پچھلے اسرائیلی ان تبرکات کی فقط شہرت سے ہی تعظیم کرتے تھے' حضرت شموئیل علیہ السلام نے تو بعد میں تصدیق کی۔ تبرکات کی بے حرمتی کفار کا طریقہ ہے اُس زمانہ میں قوم عمالقہ نے تبرکات کی بے حرمتی میں کوئی کسر نہ چھوڑی تھی اور یہی بے حرمتی ہلاکت کا سبب بنی اور وہ مصیبتوں میں گرفتار ہو گئے۔

معلوم ہوا کہ مومن وہ ہے جو مقبول بندوں کے تبرکات کی تاثیر کا قائل ہو' اس کا انکار اللہ تعالیٰ کی قدرت کا انکار ہے۔ ﴿اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ﴾ بے شک اس صندوق میں تمہارے لئے بڑی نشانی ہے اگر ایمان رکھتے ہو۔

حضور نبی کریم ﷺ کے موئے مبارک :

(☆) حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی ٹوپی میں حضور نبی کریم ﷺ کا بال شریف تھا حضرت خالد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس معرکہ میں' میں یہ ٹوپی سر پر رکھ کر جاتا ہوں اللہ تعالیٰ اس بال کی برکت سے مجھے کامیاب وکامران کرتا ہے یعنی حضور ﷺ کا موئے مبارک حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ٹوپی میں رہا تو انہیں ہر جہاد میں فتح نصیب ہوئی۔

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم قرآن حکیم کے رمز شناس تھے اور محمد مصطفیٰ ﷺ کے اداشناس۔ نسبت کا ادب اور آثار مبارکہ کی تعظیم اُن سے سیکھیں۔

(☆) بادشاہ رُوم نے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے دَردِ سَر کی شکایت کی۔ آپ نے حضور نبی کریم ﷺ کا بال شریف ایک ٹوپی میں سی کا بھیج دیا' جس سے اُس کا دَردِ سَر جاتا رہا۔

(☆) حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وصیت فرمائی کہ مجھے غسل دیکر میری آنکھوں اور لبوں پر حضور نبی کریم ﷺ کے ناخن اور موئے مبارک رکھے جائیں تاکہ حساب قبر سے آسانی ہو۔ (مواہب لدنیہ' مدارج النبوت)

بیماروں نے موئے مبارک شریف دھو کر پیا تو ہر قسم کے مرض سے شفا ملی۔ حضرات صحابہ کرام موئے مبارک اپنے کفن میں لے گئے تاکہ قبر کی مشکلات حل ہوں۔ حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر موئے مبارک پہنچا تو تمام رات انہوں نے فرشتوں کی تسبیح وتہلیل سُنی۔

(☆) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ جمرہ عقبہ میں کنکریاں پھینک کر اپنے مکان پر تشریف لائے۔ پھر آپ نے حجام کو بُلایا اور سر مبارک کے داہنی طرف کے بال منڈائے اور ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کو بلا کر عطا فرمائے۔

پھر حضورﷺ نے بائیں طرف کے بال منڈائے اور ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلا کر عطا فرمائے۔ بعد ازاں ارشاد فرمایا' یہ تمام بال لوگوں میں تقسیم کر دو' (بخاری' مسلم' مشکوٰۃ)

اس حدیث سے آثار متبرکہ کی شرعی حیثیت ثابت ہوتی ہے۔

(☆) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہﷺ کو دیکھا کہ حجام آپ کے سَر مبارک کو مُونڈ رہا تھا' صحابہ کرام آپ کے گِرد حلقہ باندھے ہوئے تھے وہ سب یہ چاہتے تھے کہ حضورﷺ کا جو بال مبارک گرے وہ کسی نہ کسی کے ہاتھ میں ہو۔ (صحیح مسلم)

ظاہر ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کے مبارک بالوں کو صحابہ کرام' حصولِ برکت کے لئے حاصل کر رہے تھے۔ حضور نبی الرحمہﷺ نے انھیں متنبہ کرتے ہوئے یہ نہیں فرمایا کہ بالوں سے حصولِ برکت کا عمل شرک ہوتا ہے یا ایسا عمل دین میں بدعت ہے بلکہ آپ نے خود تقسیم فرما دیئے۔ ہر ایک کو ایک ایک یا دو دو ملے۔

'تبرکات' برکت کا سامان ہوتے ہیں' یہ صحابہ کرام کا اپنا اندازہ ہی نہ تھا بلکہ رسول اللہﷺ نے خود اپنے مبارک بال تقسیم فرما اس حقیقت کی طرف متوجہ فرمایا تھا۔

غور فرمائیں موئے مبارک کی یہ عزت اور احترام اس لئے تھا کہ وہ حضورﷺ سے نسبت رکھتے تھے۔

جب انصار نے مال و دولت جمع کر کے حضور انورﷺ کے ذاتی مصارف کے لئے پیش کرنا چاہا' تو آپ نے یہ مال و دولت واپس کرتے ہوئے فرمایا: 'میں اس (تبلیغِ رسالت اور ارشاد و ہدایت) پر تم سے کچھ اُجرت نہیں مانگتا' مگر قرابت کی محبت۔ یعنی جس کو مجھ سے نسبت ہو اُس کی محبت۔ حضور نبی کریمﷺ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی محبت کا آپ نے نظارہ کیا۔ حضورﷺ سے نسبت رکھنے کی وجہ سے

اُن کے دِلوں میں بال مبارک کی عزت اور احترام تھا۔ آج ہم اپنا محاسبہ کریں! محبت رسول کے دعوے کئے جاتے ہیں اور حضور نبی کریم ﷺ کی نسبت سے آپ کی آل کے احترام کو ملحوظ نہیں رکھا جاتا۔ غور فرمائیں، حضور نبی کریم ﷺ کے ہم پر کتنے احسانات ہیں۔ کیا ان احسانات کا تقاضا یہ نہیں کہ ہم آپ سے اور ہر اُس چیز سے محبت کریں جس کو آپ سے نسبت ہو؟

(☆) جب حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت آیا تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے کچھ بال اور ناخن منگوائے اور وصیت کی کہ یہ میرے کفن میں رکھ دیئے جائیں، چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ (طبقات ابن سعد جزء خامس/۳۰۰)

(☆) حضرت ابن سیرین تابعی نے حضرت عبیدہ سے کہا کہ ہمارے پاس رسول اللہ ﷺ کے کچھ بال مبارک ہیں جو ہمیں حضرت انس رضی اللہ عنہ یا اہلِ انس سے ملے ہیں۔ یہ سُن کر حضرت عبیدہ نے کہا کہ **احب الی من الدنیا وما فیھا** میرے پاس ان بالوں میں سے ایک بال کا ہونا میرے نزدیک دُنیا ومافیہا سے محبوب تر ہے۔ (بخاری شریف)

(حضرت عبیدہ حیات ظاہری میں مسلمان ہوگئے تھے مگر رسول اللہ ﷺ کی زیارت کا موقع نہ مل سکا)

(☆) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ اپنے سر مبارک کے بال مُنڈواتے تو حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سب سے پہلے آپ کے مُوئے مبارک لیتے۔ (صحیح بخاری)

سوکھے دھانوں پہ ہمارے بھی کرم ہو جائے چھائے رحمت کی گھٹا بن کے تمہارے گیسو
ہم سیہ کاروں پہ یارب تپش محشر میں سایہ فگن ہوں تیرے پیارے کے پیارے گیسو

امام الہند حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمہ کے والد حضرت شاہ عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ نہ صرف یہ کہ ایک صاحبِ حال بلند صوفی تھے بلکہ جیّد عالمِ دین اور نامور محدث تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی یہ ساری شہرت،

ناموری اور عظمت حضرت شاہ عبدالرحیم علیہ الرحمہ کی رُوحانی تربیت اور فیضان کا نتیجہ ہے۔ انفاس العارفین میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے اپنے والد کے رُوحانی تصرفات اور واقعات بیان فرماتے ہوئے مُوئے مقدس کی برکات کا ایک واقعہ بیان فرمایا ہے۔ شاہ عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

'ایک بار مجھے بخار نے آ لیا اور بیماری نے طول پکڑا' یہاں تک کہ زندگی سے نااُمید ہوگیا۔ اسی دوران مجھ پر غنودگی طاری ہوئی تو میں نے دیکھا کہ حضرت شیخ عبدالعزیز سامنے موجود ہیں اور فرما رہے ہیں بیٹے ! حضرت پیغمبر ﷺ تیری بیمار پُرسی کو تشریف لا رہے ہیں اور شاید تیری پائنتی کی طرف سے تشریف لائیں۔ اس لئے چار پائی کو اس طرح رکھنا چاہئے کہ حضور ﷺ کی طرف تمہارے پاؤں نہ ہوں۔ یہ سُن کر مجھے کچھ افاقہ ہوا۔ قوتِ گویائی نہیں تھی۔ حاضرین نے میرے اشارے پر چار پائی کا رُخ پھیر دیا۔ اُسی وقت آنحضرت ﷺ تشریف فرما ہوئے اور فرمایا کیف حالك یا بُنَيَّ (اے بیٹے کیسے ہو؟) اس کلام کی لذت اس قدر غالب ہوئی کہ مجھ پر آہ وبکا اور وجد واضطراب کی عجیب وغریب کیفیت طاری ہوگئی۔ آنحضرت ﷺ نے مجھے اس انداز سے اپنی بغل میں لیا کہ آپ کی ڈاڑھی مبارک میرے سر پر تھی اور آپ کا جُبّہ مبارک میری آنکھوں سے تَر ہوگیا۔ پھر آہستہ آہستہ یہ وجد واضطراب کی کیفیت حالتِ سکون میں بدل گئی۔ اُسی وقت میرے دل میں خیال آیا کہ ایک مدّت سے مُوئے مبارک کے حصول کی آرزو رکھتا ہوں۔ کیا ہی کرم ہو کہ اس وقت تبرک عنایت فرمائیں۔ میرے اس خیال سے آپ مطلع ہوئے اور ڈاڑھی مبارک پر ہاتھ پھیر کر دو مقدس بال میرے ہاتھ میں تھما دیئے۔ پھر میرے دل میں خیال آیا کہ یہ دونوں مقدس بال عالمِ بیداری میں بھی میرے پاس رہیں گے یا نہیں۔ اس کھٹکے پر مطلع ہو کر آپ نے فرمایا۔ یہ دونوں بال

عالمِ ہوش یا بیداری میں بھی باقی رہیں گے۔ اس کے بعد آپ نے صحتِ کُلّی اور طویل عمر کی خوشخبری سُنائی۔ اُسی وقت مرض سے افاقہ ہوگیا۔ میں نے چراغ منگوایا۔ وہ دونوں مقدس بال اپنے ہاتھ میں نہ پائے تو میں غمگین ہوکر بارگاہِ عالی کی طرف متوجہ ہوا۔ غیبت (غیبی کیفیت) واقع ہوئی اور آنحضرت ﷺ مثالی صورت میں جلوہ فرما ہوئے۔ فرمایا: اے بیٹے! عقل وہوش سے کام لو۔ وہ دونوں بال احتیاطاً تمہارے سرہانے کے نیچے رکھ دیئے تھے وہاں سے لے لو۔ افاقہ ہوتے ہی میں نے وہ مقدس بال وہاں سے اُٹھالئے اور تعظیم وتکریم سے ایک جگہ محفوظ کر کے رکھ دیئے۔ اس کے بعد دفعتہً بخار ٹوٹا اور انتہائی ضعف ونقاہت طاری ہوئی۔ عزیزوں نے سمجھا کہ موت آ پہنچی۔ رونے لگے۔ مجھ پر بات کرنے کی سکت نہیں تھی، سَر سے اشارہ کرتا رہا، کچھ دیر بعد اصل طاقت بحال ہوئی اور صحتِ کُلّی نصیب ہوئی۔

اسی سلسلے میں یہ کلمات بھی فرمائے تھے کہ ان دو بالوں کے خواص میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آپس میں گتھے رہتے ہیں مگر جب دَرود پڑھا جائے تو جُدا جُدا کھڑے ہوجاتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ ایک مرتبہ تاثیر تبرکات کے منکروں میں سے تین آدمیوں نے امتحان لینا چاہا۔ میں اس بے ادبی پر راضی نہ ہوا مگر جب مناظرے نے طول کھینچا تو کچھ عزیز ان مقدس بالوں کو سورج کے سامنے لے گئے۔ اُسی وقت بادل کا ٹکڑا ظاہر ہوا حالانکہ سورج بہت گرم تھا اور بادلوں کا موسم بھی نہیں تھا۔

یہ واقعہ سُن کر منکروں میں سے ایک نے توبہ کی اور دوسرے نے کہا یہ اتفاقی امر ہے۔ عزیز دوسری مرتبہ لے گئے تو دوبارہ بادل کا ٹکڑا ظاہر ہوا، اس پر دوسرے منکر نے بھی توبہ کرلی مگر تیسرے نے کہا یہ تو اتفاقی بات تھی۔ یہ سُن کر تیسری بار مُوئے مقدس کو سورج کے سامنے لے گئے، سہ بارہ بادل کا ٹکڑا ظاہر ہوا تو تیسرا منکر بھی توبہ کرنے والوں میں شامل ہوگیا۔

آپ نے یہ بھی فرمایا کہ ایک مرتبہ یہ مُوئے مبارک زیارت کے لئے باہر لے آیا، بہت بڑا مجمع تھا، ہر چند صندوق تبرک کا تالا کھولنے کی کوشش کی گئی لیکن نہ کھلا۔ اپنے دل کی طرف متوجہ ہوا تو معلوم ہوا کہ فلاں آدمی ناپاک ہے جس کی ناپاکی کی شامت کے سبب یہ نعمت میسر نہیں آرہی ہے۔ عیب پوشی کرتے ہوئے میں نے سب کو تجدید طہارت کے لئے حکم دیا۔ وہ ناپاک آدمی بھی مجمع سے چلا گیا اور اُسی وقت بڑی آسانی سے تالا کھل گیا اور ہم سب نے زیارت کی'

حضرت والد ماجد نے آخری عمر میں جب تبرکات تقسیم فرمائے تو ان دونوں بالوں میں سے ایک' کاتب الحروف کو عنایت فرمایا جس پر پروردگارِ عالم کا شکر ہے۔

(انفاس العارفین صفحہ ۱۰۵ مصنف شاہ ولی اللہ۔ مکتبہ الفلاح دہلی)

تبرکات نبوی ﷺ :

صحابہ کرام' آسمان رُشد و ہدایت کے درخشاں ستارے ہیں۔ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: **اصحابی کالنجوم فبایھم اقتدیتم اھتدیتم** میرے صحابہ ستاروں کے مانند ہیں' پس جس کسی کی بھی پیروی کروگے ہدایت پاؤگے۔

ما انا علیه و اصحابی 'جس پر میں ہوں اور میرے صحابہ ہیں۔ اُن کو مانو۔

'**علیکم بسُنّتی وسُنّت الخلفاء الراشدین** 'تم پر میری سُنّت لازم ہے خلفائے راشدین کی سُنّت لازم ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے تبرکات نبوی ﷺ کو دُنیا و مافیہا سے زیادہ قیمتی سمجھا ہے اور حضور نبی کریم ﷺ سے نسبت رکھنے والی چیزوں (آثار و تبرکاتِ رسول ﷺ) کی جس انداز میں تعظیم و تکریم فرمائی ہے ملاحظہ فرمائیں :

(☆) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ

صبح کی نماز سے فارغ ہوتے تو مدینہ منورہ کے خدام اپنے برتن (جن میں پانی ہوتا) لے کر خدمتِ اقدس میں حاضر ہوتے۔ آپ ہر ایک برتن میں اپنا دستِ مبارک ڈبو دیتے۔ (مسلم)

اس حدیث میں نیکوں کے آثار سے برکت حاصل کرنے پر دلیل ہے۔

(☆) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہما کے پاس لکڑی کا ایک پیالہ تھا جس میں حضور اکرم ﷺ کو پانی پلایا کرتے تھے۔ اس میں لوہے کا ایک کُنڈا تھا جب حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اس کُنڈے کو بدلنا چاہا تو حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے انہیں ایسا کرنے سے منع فرمایا کیونکہ اس کنڈے کو حضور نبی کریم ﷺ نے اپنا دستِ مبارک لگایا تھا۔

(☆) حضرت سہل رضی اللہ عنہ نے جس پیالے میں حضور نبی کریم ﷺ کو پانی پلایا' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے تبرکاً اس میں پانی پیا اور اس پیالے کو اس بلند نسبت ہی کی وجہ سے حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے اپنے پاس محفوظ کرلیا۔ (بخاری شریف)

(☆) جس چار پائی یا تخت پر حضور نبی کریم ﷺ نے وصال فرمایا اسی تخت پر سیدنا صدیق اکبر اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہما کو لے جایا گیا۔ جب یہ تخت پُرانا ہوگیا تو اس کی بوسیدہ لڑیاں حضور نبی کریم ﷺ کی نسبت کی وجہ سے چار ہزار درہم میں ہدیہ کی گئیں۔

(☆) حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضور نبی کریم ﷺ کی پُرانی چادر شریف بیس ہزار درہم میں حاصل کی۔ یہی چادر شریف پھر اُن کا کفن بنی۔

(☆) ایک صحابی نے حضور نبی کریم ﷺ کی چادر شریف اس لئے طلب فرمائی کہ اس میں کفنائے جائیں اور وہ اسی میں کفنائے گئے۔ **انی واللہ ما سألته لالبسها انا سألته لتکون کفنی** بخدا میں نے پہننے کے لئے حضور ﷺ سے اس کو نہیں مانگا ہے میں نے تو صرف اس لئے طلب کیا ہے کہ یہ میرا کفن ہوجائے۔ (بخاری شریف)

اس حدیث میں صالحین کے آثار سے برکت حاصل کرنے کا ثبوت ہے ہمارے علماء نے فرمایا کہ یہ بہتر نہیں کہ انسان اپنے لئے کوئی کفن تیار کرائے مگر کسی صالح کی یادگار ہو تو اسے کفن کے لئے رکھ لینا اچھا ہے جیسے یہاں ہے۔

جس طرح حضور نبی کریم ﷺ کے آثار اور ان کے جسم اطہر سے مَس ہونے والی چیزیں فیوض و برکات کا بحرِ بے کراں ہیں اسی طرح اُن کے علم وفضل کے وارث علماء اور صلحاء کے آثار بھی اکتساب فیض اور حصول برکت کا سرچشمہ ہیں۔

(☆) حضور نبی کریم ﷺ جب مدینہ طیبہ میں رونق افروز ہوئے تو آپ کا قیام حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ کے گھر پر رہا۔ حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں کھانا تیار کر کے بھیجتے اور جب بقیہ کھانا واپس آتا تو پوچھتے حضور ﷺ کی انگلیاں کہاں لگی تھیں پھر اس جگہ سے کھانا کھاتے جس جگہ پر حضور ﷺ کی انگلیاں لگی ہوتیں۔
(مشکوٰۃ، بخاری، سیرت رسول عربی)

اس حدیث میں کھانے وغیرہ میں بزرگ ہستی کے آثار سے برکت حاصل کرنے کا ثبوت ہے۔

(☆) ایک روز حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ، حضور انور ﷺ کے وضو کا پانی ایک لگن میں لئے باہر آئے تو صحابہ ٹوٹ پڑے۔ جس کو یہ پانی مل گیا، اُس نے اپنے چہرے پر مل لیا، نہ ملا تو دوسرے صحابی کے ہاتھوں کی نمی ہی کو مَس کر کے چہرے پر مَل لیا۔ (بخاری و مسلم و مشکوٰۃ) اس پانی کو سرکارِ دو عالم ﷺ کے چہرۂ انور سے نسبت ہو گئی تو یہ اتنا مقدس ہو گیا کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اپنے اپنے چہروں پر مَل رہے ہیں۔
سبحان اللہ

اس حدیث میں آثار صالحین سے برکت حاصل کرنے اور ان کے وضو و غسل سے بچے ہوئے پانی اور اُن کے کھانے، پینے اور لباس کے بقیہ کے استعمال کے سلسلہ

میں دلیل ہے۔ اس حدیث سے نیکوں کے جسموں سے مَس ہونے والی چیزوں سے برکت حاصل کرنے کا حکم مستنبط ہوا۔

(☆) ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس حضور نبی کریم ﷺ کا جُبّہ مبارک تھا جسے دھو کر بیماروں کو دواء پلاتی تھیں۔

سیدہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا نے فرمایا: یہ رسول اللہ ﷺ کا جبہ ہے یہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھا جب اُن کی وفات ہوئی تو میں نے اپنے قبضے میں لے لیا، حضور نبی کریم ﷺ اسے زیب تن فرمایا کرتے تھے اور ہم اسے دھو کر شفاء حاصل کرنے کے لئے بیماروں کو پلاتے ہیں۔ (صحیح مسلم)

(☆) ایک روز حضرت خداش بن ابی خداش مکّی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کو ایک پیالے میں کھانا کھاتے دیکھا۔ انہوں نے آپ سے وہ پیالہ بطورِ تبرک لے لیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جب حضرت خداش رضی اللہ عنہ کے ہاں تشریف لے جاتے تو ان سے وہی پیالہ طلب فرماتے۔ اسے آبِ زمزم سے بھر کر پیتے اور اپنے چہرے پر چھینٹے مارتے۔ (اصابہ۔ ترجمہ خداش)

(☆) حضرت عتبان بن مالک انصاری خزرجی کا بیان ہے کہ میری بصارت جاتی رہی۔ میں نے ایک شخص کو بھیج کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا: میں چاہتا ہوں کہ آپ قدم رنجہ فرمائیں اور میرے مکان میں نماز پڑھیں تا کہ میں آپ کی جائے نماز کو مسجد مقرر کر لوں، چنانچہ رسول اللہ ﷺ مع اصحاب تشریف لائے اور آپ نے میرے مکان میں نماز پڑھی۔ (صحیح مسلم، کتاب الایمان)

اس حدیث سے چند چیزوں کا علم ہوا، ان میں سے یہ بھی ہے کہ صالحین کے آثار سے برکت حاصل کی جائے۔ اسی طرح اس سے اہل علم وفضل اور بزرگان کا اپنے معتقدین ومتبعین کی ملاقات کے لئے جانا اور انھیں اپنی برکتوں سے نوازنا بھی ثابت ہوتا ہے۔

حضرت عتبان رضی اللہ عنہ کی حدیث میں بہت فوائد ہیں جن میں سے چند یہ ہیں :

۱۔ صالحین سے برکت حاصل کرنا ۲۔ اُن کے آثار سے برکت حاصل کرنا

۳۔ جن مقامات پر انھوں نے نماز ادا کی ہو وہیں نماز ادا کرنا

۴۔ ان سے یہ درخواست کرنا کہ ہمیں اپنی برکت سے نوازیں۔

(☆) امام ابن مامون رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ہمارے پاس رسول اللہ ﷺ کے پیالوں میں سے ایک پیالہ تھا، ہم اس میں بغرض شفاء بیماروں کو پانی پلایا کرتے تھے۔ (شفاء شریف)

(☆) حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہ کی پیشانی کو حضور نبی کریم ﷺ نے اپنے دستِ مبارک سے مس فرمایا تو انہوں نے عمر بھر پیشانی کے وہ بال نہیں کٹوائے جن سے دستِ مبارک مس ہوا تھا یہاں تک وہ اتنے بڑھ گئے کہ جب وہ کھولتے تو زمین سے لگ جاتے تھے (شفاء شریف) ان بالوں کو کیوں نہ کٹوایا گیا؟ اس لئے کہ ان کو حضور نبی کریم ﷺ کے دست مبارک سے نسبت تھی۔

(☆) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی عادت شریفہ تھی کہ وہ منبر شریف پر حضور نبی مکرم ﷺ کے بیٹھنے کی جگہ کو اپنے ہاتھوں سے مَس کر کے چہرہ پر پھیر لیا کرتے تھے۔ (شفاء شریف)

اے اللہ ! تیرے محبوبِ کریم ﷺ کے شہرِ مدینہ کا واسطہ، اُن مقدس گلیوں کا واسطہ جنہوں نے تیرے محبوبِ کریم ﷺ کے قدموں کا بوسہ لینے کا شرف حاصل کیا۔ اُن غاروں کا واسطہ جن میں تیرے محبوب کریم ﷺ نے ہم گناہگاروں کی بخشش و مغفرت کے لئے آنسو بہاتا رہا، اُن سجدوں کا واسطہ جو تیرے محبوبِ کریم ﷺ نے ہم سیہ کاروں کی بخشش و مغفرت حاصل کرنے کے لئے فرمائے۔

اے اللہ ! اُن مقدس ہاتھوں کا واسطہ جو ہماری بخشش کی خاطر تیری بارگاہ میں دراز ہوتے رہے۔ ہمارے مولا ! ہمیں بخش دے، ہمیں معاف فرمادے۔ ہمیں نیکی کی توفیق عطا فرمادے۔

چمک تجھ سے پاتے ہیں سب پانے والے مرا دِل بھی چمکا دے، چمکانے والے

وَاٰخِرُ دَعْوٰنا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعالَمِیْن

وَصَلَّ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلیٰ خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْن
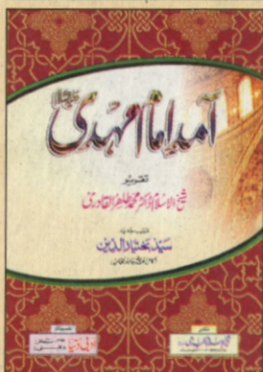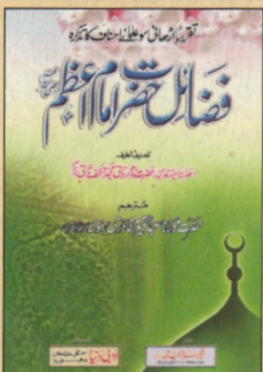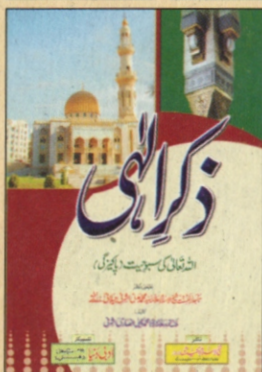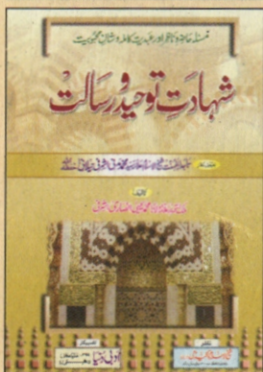
ADABI DUNIYA ادبی دُنیا

PUBLISHER & BOOK SELLERS

399, Matia Mehal, Delhi-6

Ph.: 011- 23250122 ,42797822